رجسٹرڈ سی ۳۴۸

ج ۱۱ ن ۱

بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ

الا قتیل الحسین بکربلا

اصلاح

عظم الله اجورنا بمصابنا بالحسين عليه السلام وجعلنا وإياكم من الطالبين بثاره مع وليه الامام المهدي من آل محمد عليهم السلام

السلام علیك یا ابا عبد الله لقد عظمت
الرزیة وجلت المصیبة بك علینا وعلی جمیع
اهل الاسلام وجلت وعظمت مصیبتك
فی السموات علی جمیع اهل السموات فلعن الله
امة اسست اساس الظلم والجور
علیکم اهل البیت ع

یا لیتنی کنت معهم فافوز فوزا عظیما

نمبر شمار	فہرست مضامین	اسمائے مضمون نگار	صفحہ
۱	اصلاح جلد یازدہم	اڈیٹر	۱
۲	القول والاصحاب	"	۳
۳	تحقیق - تحریف - الحدیث	"	۳۶
۴	اسلام اور سائنس	جناب سید محمود صاحب بی۔ اے سپرنٹنڈنٹ	۴۵
۵	اصلاح کی پالیسی	ابوالفاروق جناب سید محمد عسکری صاحب	۵۰
۶	عرض اڈیٹر	اڈیٹر	۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اصلاح

نمبر ۱	بابت یکم ماہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ	جلد ۱۱

عظم اللہ اجورنا بمصابنا بالحسین علیہ السلام وجعلنا من الطالبین بثارہ مع ولیہ الامام المہدی من آل محمد علیہم السلام

اصلاح جلد یازدہم

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ اس سے بڑھکر کونسی نعمت ہوسکتی ہے کہ خدا نے ہمکو خلعت انسانیت عطا فرمایا کہ جسطرح بروز ولادت اول کام ہمارا رونا تھا جس سے تمامی اعزا و اقربا شاداں و فرحاں ہوے کہ لڑکا صحیح و سالم پیدا ہوا اسی طرح سال نو کے محرم الحرام کا چاند دیکھا اور ہم رودئے کہ آہ یہ وہی ماہ محرم ہے جسکی حرمت زمانہ جاہلیت میں اسقدر کی جاتی کہ سالہا سال کی خونریزی اور مخاصمہ جنگی موقوف ہوجاتی مگر اون مسلمانوں نے جو بزعم خود پیرو شریعت حضرت ختم الانبیاء ہوچکے تھے یہ شامت آئی کہ اپنے نبی کے فرزند کو اس بیرحمی اور بے دردی سے شہید کیا کہ تاریخ عالم کوئی نظیر اوسکی نہیں پیش کرسکتی

ہمارا گریہ و بکا مصائب سید الشہداء ہر سال نو میں بھی **فال نیک** نہیں ثابت کرتا ہے کہ ہم ابتک گنا ہوں سے اسیطرح پاک ہونگے جسطرح بچہ بروز ولادت معصوم ہوتا ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ہم عالم وجود کے ایک نئے عالم میں قدم رکھ رہے ہیں جس سے آجتک آشنا نہ تھے۔

یہ ہمارا گریہ و بکا اس امر کی بھی خبر دیتا ہے کہ خدا اور رسول ہم سے خوش ہونگے جسطرح ولادت مولود سے جو رونا ہے اوسکے والدین خوش ہوتے ہیں۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ سال نو کی آمد ہم اوس علامت فارقہ کو ترک کریں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم انسان ہیں کیونکہ گریہ و بکا ہی وہ خصلت ہے جو مخصوص انسان

میں پائی جاتی ہے اور کوئی حیوان اوسکا شریک نہیں

اس سال ایک نیا سبب موجب گریہ یہ بھی ہوکہ اصلاح جو خدمت قوم کی قدر دانی میں ۱۳۴۴ھ سے پندرہ روزہ ہوا کرتی ایک عہدیکے پندرہویں روز شایع ہو۔ قوم کی ہمت افزائی نے پھر اس ۱۳۴۶ھ میں اوسے ماہانہ کر دیا جس سے قوم کا صرف یہی نقصان نہیں ہوا کہ اوسکی قوت اوسکی کم ہوگئی۔ بلکہ بظاہر اسباب ترقی کی راہ رک گئی حالانکہ دوسری قوموں کے رسالے ماہانہ سے پندرہ روزہ ہوئے اور پندرہ روزہ سے ہفتہ وار سے روزانہ ہو رہے ہیں۔

خیر رونا تو مومنین کے لوازم سے ہے جس سے کسی وقت مفارقت نہیں ہو سکتی۔ مگر زیادہ رونا اسیکا ہے کہ ماہانہ چلنے کا بھی سامان نہیں اسلئے کہ تو سو ویلیو ویلیو نے والے ہی نے اسقدر جبر و زور کر دیا ہے کہ ایک ایک قدم اوٹھانا دشوار ہو رہا ہے۔

بیشک اس سال قحط عظیم کا سامنا تھا جس سے مومنین کو سخت زحمتیں اوٹھانی پڑیں اور وی۔پی ویلیو کا سبب قوی یہی تھا۔ مگر پھر بھی لحاظ کرنا ضروری تھا کہ دفتر اصلاح بھی مومنین کی توجہ سے قایم ہے اور ماہانہ مصارف ساحہ کہاں سے آسکتے ہیں اگر مومنین نہ توجہ کریں۔

ہمنے مجبوراً پہلے ہی مجبور ہوکر قصد کیا تھا کہ اصلاح کو بندہ سے بند کریں۔ اب بھی اوسی عزم پر قایم تھے مگر ایک طرف مومنین کے اصرار نے اور دوسری طرف شماتت مخالفین نے مجبور کیا کہ ایک حرکت مذبوحی کیے پھر سے اصلاح کو سابق بدستور جاری رکھوں۔ دیکھئے قوم کیا امداد کرتی ہے کیونکہ دفتر کی حالت موجودہ کسی انتظام کی امید دلاتی ہے نہ کسی وعدہ کی۔ مگر خیال خدمت قوم اوبھار رہا ہے کہ جسطرح ہو سکے اس مہم کو انجام دوں۔

اصلاح پرنٹنگ کمپنی

اسی غرض سے حسب مشورہ اسید ہور دوان قوم اصلاح پرنٹنگ کمپنی کا مسودہ شایع کیا گیا کہ دس ہزار کے سرمایہ سے ایک کمپنی قایم کی جائے جسکی اصلی غرض اشاعت ترجمہ قرآن مجید اور ترجمہ و شرح نہج البلاغہ کا شایع کرنا ہے جسکے لئے مدت سے قوم سے وعدہ ہو رہا ہے اور بفضل خدا سے قوم بھی اسپر مستعد نظر آتی ہے جس سے امید ہے کہ اگر اسی مستعدی سے کام لیا گیا تو بہت جلد اسکا افتتاح کیا جائے اسمیں شبہہ نہیں کہ ہماری معزز قوم کا یہ پہلا کام ہوگا جو قوم کی مجموعی قوت سے انجام دیا جائیگا

اسلئے جہانتک اسمیں پس و پیش کیا جائے کم ہے کیونکہ جن قوموں میں ایسے کام جاری ہو چکے ہیں وہاں بھی آسانی سے نہیں شروع ہوا بلکہ دو تین تحریک پر اسکا ہیولی قایم ہوا۔ مگر ہماری معزز قوم نے جس سرگرمی سے اسمیں اقدام کیا کسیطرح اوسکا شکریہ نہیں ادا کر سکتا اسامی گرامی اونکے صفحہ ٹائٹل پر ملاحظہ ہو۔

الآل والاصحاب

اگرچہ اسلام کی تقسیم ابتدا سے اسی دو حصہ پر ہو کہ اسلام کا وجود اور نشو و نما
بھی جو کچھ ہوا انکی مداخلت و مشارکت سے کیونکہ بانی اسلام تنہا ایک شخص تھا
اور بغیر مشارکت معاونین ترقی ناممکن تھی۔ اسیطرح خاتمہ یا زوال یا اضمحلال
بھی جو کچھ ہوا انھیں دونوں قسموں کی مشارکت سے یا علحدگی سے۔ لہذا امید ہے
کہ یہ مضمون عموم اہل اسلام کے لئے حد درجہ مفید ہو۔

ہاں اس مضمون میں ایک خصوصیت یہ بھی ہو کہ ایک شخص نے جو آجکل انکار شہادت
سے مشہور ہو رہا ہو۔ ایک موقع پر یہ بھی لکھا تھا کہ امام حسین علیہ السلام نہیں شہید
ہوئے کیونکہ ناممکن تھا ایک مسلمان بھی ہوتا اور حضرت شہید ہو جاتے جسکے مطلب
یہ ہوئے کہ چونکہ اُسوقت کوئی مسلمان نہ تھا اس وجہ سے حضرت شہید ہو گئے۔ اسلئے
کہ شہادت تو ایک ایسا واقعہ ہو جس سے انکار ہو نہیں سکتا۔

دوسری خصوصیت یہ ہو کہ امام غزالی نے جو اسکا فتوےٰ دیا کہ ذکر شہادت امام حسین حرام ہے
کیونکہ اس سے **بغض صحابہ** میں ہیجان ہوتا ہو۔ وہ بھی حل ہو جائیگا کیونکہ ابھی تک
یہ **معما** تھا کہ ذکر شہادت امام حسینؑ سے بغض صحابہ کو کیا تعلق ہے عبارت محرقہ میں ہے
قال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایاتہ
وما جری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ
والطعن فیہم ص ۱۳۳ یعنی حرام ہو واعظ وغیرہ پر ذکر امام حسن و امام حسین علیہم السلام
اور بیان کرنا اُن حکایات کا جو صحابہ میں باخود ہا واقع ہوئے اختلاف اور نزاع سے۔
کیونکہ وہ ہیجان میں لاتا ہو بغض صحابہ کو اور اُنپر طعن کرنے کو۔

اس تحریر سے یہ معما حل ہو جائیگا کہ تذکرہ شہادت جناب امام حسن اور امام حسین سے
بغض صحابہ کو کیوں ہیجان ہوتا ہو؟ اسلئے کہ جناب امام حسن اور امام حسین علیہما السلام
خود ہی صحابی ہیں اور فرزند رسول اور نائب رسول جس سے مناسب تو یہ تھا
کہ اہل سنت کو اُن لوگوں سے عداوت اور نفرت ہوتی جو قاتل امام تھے کیونکہ

اگر بحیثیت اولاد رسول ہونے کے نہ مانتے تو اس حیثیت سے مانتے کہ وہ صحابی رسول بھی ہیں۔ اور دشمن صحابی رسول مطابق عقیدہ اہل سنت کافر ہے لہذا بغرض ہدایت خلق اللہ ضرور تھا کہ وہ مصائب امام کو زیادہ بیان کرتے تاکہ دشمنان اہل بیت یعنی صحابہ سے لوگوں کو نفرت ہوتی مگر واہ رے قسمت کہ مصائب امام کا ذکر حرام بتایا جاتا ہے۔ کیوں۔ اسوجہ سے کہ بعض صحابہ میں ہیجان ہوتا ہے! حالانکہ ان واقعات سے محبت صحابہ میں ترقی ہونی چاہیے۔

اب ہم تمہید میں زیادہ طول دینا نہیں چاہتے بلکہ بطور مثال چند واقعات کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو کہ آل و اصحاب میں باہم کیا تعلقات تھے۔ اور ان تعلقات سے رسول اللہ راضی تھے یا ناراض جسکے بعد یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ ان میں کون مسلم تھا کون کافر کون مومن تھا کون منافق

(۱) قرۃ العینین شاہ ولی اللہ میں ہے عن عبد المطلب بن ربیعہ ان العباس دخل علی رسول اللہ مغضبا و انا عندہ فقال ما اغضبک (ص) احمر وجہہ ثم قال والذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم اللہ و لرسولہ ثم قال ایھا الناس من اذی عمی فقد اذانی فانما عم الرجل صنو ابیہ و در حدیث او ما شعرت یا ابن الخطاب ان عم الرجل صنو ابیہ از بخاری مذکور ست صہ ۲۰۲

عبد المطلب بن ربیعہ ناقل ہیں کہ حضرت عباس عم رسول اللہ خدمت رسول میں حاضر ہوئے درحالیکہ غضبناک تھے اور میں وہاں موجود تھا حضرت نے پوچھا کس چیز نے تمکو غضبناک کیا۔ کہا یا رسول اللہ (ص) کیا سبب ہے کہ قریش جب باہم ملاقات کرتے ہیں تو خوش اور مسرور ہوتے ہیں۔ اور جب ہم لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں تو یہ خوشی نہیں ہوتی۔ پس غصہ ہوئے رسول اللہ (ص) یہاں تک کہ چہرہ آپ کا سرخ ہو گیا اور کہا قسم اسکی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کبھی نہ داخل ہوگا ایمان۔ کسی آدمی کے دل میں جب تک کہ تم لوگوں کو وہ دوست نہ رکھے

خدا ورسول کے لیئے ہے پھر فرمایا ایہا الناس جسنے ایذا دی میرے عم کو اُسنے مجھے ایذا دی کیونکہ چچا بجائے باپ کے ہے۔ اور دوسری روایت میں حضرت نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا ای پسر خطاب کہ چچا قائم مقام باپ کا ہے"

ہماری غرض صرف اِس نقرہ سے ہے کہ حضرت عباس نے کہا کہ قریش باوجود باہمی ملتے ہیں تو خوش اور مسرور رہتے ہیں اور جب ہم لوگوں سے ملتے ہیں تو وہ چہرہ نہیں رہتا جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جب خود حضرت کی حیات میں صحابہ کی یہ حالت تھی تو آیندہ کے حالات پر کیا تعجب ہو سکتا ہے۔

ہمکو حضرت کے اِس کلام سے کہ فرمایا والذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ ولرسولہ قسم خدا کی کسی شخص کے دل میں ایمان نہ داخل ہوگا جب تک تم لوگونکو خدا ورسول کے لیئے دوست نہ رکھے۔ چنداں بحث نہیں کیونکہ حضرت کے اس قسم کے کلمات کو جو ایکمرتبہ نہیں۔ ہزارہا مرتبہ فرمایا بلکہ خود خدا نے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ فرمایا جو آجتک قرآن میں موجود ہے۔ ان لوگوں نے کبھی نہ مانا نہ سچ سمجھا نہ اُسکو قابل تعمیل جانا پھر اُس سے کیا بحث۔ مگر اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ خود عمر صاحب سے خطاب کر کے یہ فرمایا تھا وما شعرت یا ابن الخطاب کیا تو نہیں جانتا ای پسر خطاب جس سے بالیقین معلوم ہوا یہی اشخیص صحابہ سے تھے جو اہل بیت سے اُس صورت سے ملاقات تے جسکو وہ لوگ نا پسند کرتے

جب جنگ طائف میں جناب رسالتمآبؐ نے کچھ دیر تک جناب امیرؑ سے رازکی باتیں کی تھیں تو اُسوقت خلیفۂ اول نے اعتراض کیا لقد طال مناجاتک منذ الیوم چنانچہ کنز العمال میں ہے عن جندب بن ناجیہ او ناجیہ بن جندب ما کان یوم غزوۃ الطائف قام النبی مع علی ملیا ثم مر فقال لہ ابوبکر یا رسول اللہ لقد طالت مناجاتک منذ الیوم فقال ما انا انتجیتہ لکن اللہ انتجاہ علیہ یعنی رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر یعنی جندب

بن ناجیہ یا ناجیہ بن جندب سے روایت ہے کہ بروز غزوہ طائف آنحضرت دیر تک سرگوشی کرتے رہے حضرت علی سے پھر وہاں سے چلے گئے تو ابوبکر نے کہا یا حضرت آج تو بڑی دیر تک آپ سرگوشی کرتے رہے حضرت نے فرمایا یہ فعل ہمارا نہ تھا بلکہ خدا نے اُنسے مناجات کی۔

اس حدیث کی تفصیلی بحث تو تنقید بخاری حصہ دوم صفحہ میں لغایت ۹، قابل دید ہے مگر اصل مطلب ہمارا تو بخوبی ظاہر ہوا کہ صحابہ کو خصوصاً شیخین کو اور اُنکے طرفدارونکو جناب امیرؑ اور اہل بیت طاہرینؑ سے کس رجہ کی حسن عقیدت تھی کہ اگر آنحضرت جناب امیرؑ سے بات چیت کرتے تو ان لوگونکو ناگوار ہوتا کچھ زیادہ عنایت فرماتے تو انکے چہرے بگڑ جاتے۔

(۳) جنگ یمن کا حال تو سب کو معلوم ہے کہ باوصفیکہ خالد بن ولید لشکر اسلام لیکر وہاں چھ مہینہ پڑا رہا مگر نہ کوئی مہم سر ہوئی نہ کوئی متنفس اسلام لایا۔ آخر حضرت نے جناب امیرؑ کو بھیجا جسے حضرت نے چند روزوں میں سر کیا اور ہزاروں آدمی اسلام لائے۔ بہت کچھ مال غنیمت خدمت رسولؐ میں حاضر کیا تو چار صحابیوں نے بالاتفاق سازش کر کے حضرت کی شکایت کی قرۃ العینین شاہ ولی اسد میں ہے

عن عمران بن حصین قال بعث رسول الله صلعم جیشا و استعمل علیهم علی بن ابیطالب فمضی فی السریة فاصاب جاریة فانکروا علیه وتعاقدوا اربعة من اصحاب رسول الله صلعم فقالوا اذا لقینا رسول الله اخبرناه بما صنع علیؑ وکان المسلمون اذا رجعوا من سفر بدءوا برسول الله فسلموا علیه ثم انصرفوا الی رحالهم فلما قدمت السریة سلموا علی النبی فقام احد الاربعة فقال یا رسول الله الم تر الی علی بن ابیطالب صنع کذا وکذا فاعرض عنه رسول الله صلعم ثم قام الثانی فقال مثل مقالته فاعرض عنه ثم قام الیه الثالث فقال مثل مقالته فاعرض عنه ثم قام الرابع فقال مثل ما قالوا فاقبل الیه

رسول اللّٰہ و الغضب یعرف فی وجهه فقال ما تریدون من علی ما تریدون من علی ما تریدون من علی ان علیا منی و انا منه وھو ولی کل مومن بعدی اخرجه الترمذی ص ۲۰۸ قرۃ العینین

یعنی ترمذی میں ہے عمران بن حصین سے کہ حضرت نے ایک لشکر روانہ کیا جسکا سردار جناب امیرؑ کو بنایا تھا۔ حضرت نے ایک لونڈی کو لے لیا جسپر لوگوں نے انکار کیا اور چار آدمیوں نے اصحاب رسول اللہ سے باخود ہا عہد کیا کہ جب حضرت سے ملاقات کرینگے تو جناب امیرؑ کی شکایت کرینگے۔ اور قاعدہ مسلمانوں کا یہ تھا کہ جب باہر سے آتے تو پہلے رسول اللہ سے ملاقات کرتے پھر اپنے اپنے گھر جاتے۔ جب وہ لوگ خدمت رسول میں حاضر ہوئے تو ایک نے کھڑے ہو کر جناب امیرؑ کی شکایت کی حضرت نے اُس سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا حضرت نے اُس سے بھی منہ پھیرا۔ اسیطرح تیسرے کی شکایت سے بھی حضرت نے منہ پھیرا۔ پھر جو چوتھا کھڑا ہوا اُسنے بھی اپنی تقریر کو ختم کیا تب حضرت اُسکی طرف متوجہ ہوئے اور غضب آپ کے چہرہ سے نمایاں تھا پھر فرمایا کیا چاہتے ہو علی سے کیا چاہتے ہو علی سے۔ بتحقیق علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ اور وہ ولی ہیں ہر مومن کے بعد میرے۔ روایت کی ہے اسکی ترمذی نے۔

اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ بمخالفت جناب امیر المومنین علیہ السلام کس طرح کی سازش رکھتے کہ چار صحابی نے باخود ہا معاہدہ کیا تھا کہ حضرت سے جناب امیر کی شکایت کرینگے۔ جسکو انھوں نے اسطرح نباہا کہ حضرت نے پہلے ہی صحابی کی تقریر پر منہ پھیر لیا۔ مگر اسپر بھی دوسرا صحابی کھڑا ہوا۔ اس سے بھی حضرت نے منہ پھیرا۔ مگر چوتھا بھی کھڑا ہوا پھر ایسے صحابہ کے اسلام پر وہی لوگ نازش کرسکتے ہیں جو مخالف خدا و رسول ہیں۔

حضرت نے صرف اعراض ہی نہیں کیا بلکہ نہایت غیظ و غضب سے جو آپ کے چہرہ سے نمایاں تھا فرمایا کیا چاہتے ہو علی سے کیا چاہتے ہو علی سے تین مرتبہ کہکر فرمایا

کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے اور علی ولی ہیں ہر مومن کے بعد میرے۔
تو کیا اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدعی اسلام ہو کر وہ حضرت کی ولایت سے خارج ہو سکتا ہے
ہرگز نہیں۔

مگر اسقدر تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جن صحابہ کو حضرت کی حیات میں اور ایسے ایسے فضائل و مناقب سنکر اور وہ بارہا نمایاں دیکھکر بھی جناب امیر سے محبت نہ ہوئی اور دل انکا کرۂ آتش حسد بنا رہا ہو حضرت کے بعد انکی کیا حالت ہوئی ہوگی

(۴) یہانتک تو باہر کی سیر تھی۔ اب اندرون خانہ تشریف لائیے کہ صحیح بخاری کی یہ حدیث بامزہ ملاحظہ فرمائیے پوری حدیث تو اصلاح نمبر ۲۱ و ۲۲ جلد ۱ میں مرقوم ہو چکی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۹۔

یہاں بقدر ضرورت لکھی جاتی ہے۔ کہتے ہیں عمر کہ میں نکل کر ام سلمہ کے پاس گیا جنسے قرابت بھی تھی۔ انسے بھی میں نے ایسا ہی کلام کیا (جیسا کہ اپنی صاحبزادی حفصہ سے کر چکے تھے) فقالت ام سلمۃ عجبا لک یا ابن الخطاب دخلت فی کل شیٔ حتی تبتغی ان تدخل بین رسول اللہ وازواجہ فاخذتنی واللہ اخذا کسرتنی عن بعض ما کنت اجد) پس کہا ام سلمہ نے تعجب ہے تجھ سے اے پسر خطاب کہ ہر امر میں تو نے مداخلت کی یہانتک کہ اب چاہتا ہے کہ رسول اللہ اور حضرت کے ازواج میں بھی مداخلت کرے۔ حضرت عمر کہتے ہیں واللہ انھوں نے اسطرح مجھے پکڑا کہ بعض باتیں جو اپنے دل میں پاتا تھا اس سے شکستہ کر دیا۔ صحیح بخاری صفحہ [illegible] جلد ۲ مطبوعہ مصر۔

یہاں اسقدر اور سمجھ لینا چاہئے کہ ازواج نبی دو فرقہ پر منقسم تھیں ایک وہ جن کے باپ زندہ تھے اور صحابی کہلاتے جیسے عائشہ حفصہ۔ ام حبیبہ ایک پارٹی تھیں۔ دوسری وہ جنکا باپ زندہ نہ تھے حضرت ام سلمہ صفیہ۔ زینب وغیرہ یہ کمزور پارٹی تھیں جنھیں اولاد رسول سے بھی ہمدردی تھی۔ مگر چونکہ بیرونی مددگار نہ رکھتی تھیں کمزور تھیں۔

حضرت عائشہ اور حفصہ کی زورآوری ایسی تھی کہ آجتک قرآن میں اُسکا ذکر خیر موجود ہی
ان تتوبا الیہ فقد صغت قلوبکما وان تظاہرا علیہ فان اللہ ھو مولیہ
وجبریل وصالح المومنین والملئکة بعد ذلک ظھیرا اگر تم دونوں عورتیں
اللہ کی طرف توبہ کرو (تو یہ تمھارے لئے بہتر ہی) کیونکہ تمھارے دل (نبی کی ایذا پر)
جھک پڑے ہیں۔ اور اگر تم دونوں (نبی کی ایذا پر) ایک دوسرے کی معاونت
کروگے تو خدا اُسکا مولی ہی۔ اور جبرئیل۔ اور نیکوکار مومن۔ اور ملئکہ بعد اسکے مددگار
ہیں جس سے معلوم ہوا اُن دونوں عورتوں کا زور ایسا بڑھا ہوا تھا کہ خدا کو
اپنی پوری قوت اُنکے مقابلہ میں صرف کرنی پڑی۔

یہاں آپکو وہ سب واقعات خود یاد پڑ گئے ہونگے کہ لشکر اسامہ کی روانگی میں جو حکم
تاکیدی حضرت نے دیا تھا لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامة۔ الغرض عورتوں
کے ذریعہ سے حضرت کے حالات زیادتی مرض اُن لوگوں کو معلوم ہوئے جس سے وہ
اِس موقع کے منتظر رہے۔ ابوبکر کی پیشنمازی اِسی بنیاد پر قائم ہوئی جسکے دفعیہ کے
لئے حضرت نے جناب امیر اور فضل بن عباس پر بکمال ضعف ونقاہت تکیہ کرکے
باہر آنے کی تکلیف گوارا کی۔ حضرت اپنے حبیب اور اخی کو بلاتے ہیں عائشہ اپنے
باپ کو بلاتی ہیں حفصہ اپنے باپ کو اور ہر دفعہ حضرت منہ چھپا لیتے ہیں آخر
حضرت ام سلمہ نے کہا حضرت علی کے سوا کون رسول اللہ کا بھائی یا حبیب ہے؟
جب آپ تشریف لائے تو رسول اللہ نے منہ کھولکر دیر تک باتیں کیں اور جو کہنا تھا کہا
جب حضرت نے وصیت نامہ لکھنا چاہا تو اہل بیت چاہتے تھے کہ لکھا جاے اور عمر
صاحب مانع رہے جس سے نہ لکھا جا سکا۔ ان سب واقعات سے پوری روشنی
پڑتی ہی اصل مطلب پر۔

(۵) صحابہ کے یہ حالات ایسے نہ تھے کہ خود آنحضرت اُنسے بیخبر ہوں۔ آپکا کام ہدایت
کرنا تھا اُسکو جہانتک ہوا انجام دیا اور اپنے فرض کو انجام دیا۔ مگر حضرت اُس قانون
کو نہیں توڑ سکتے تھے جسکو خود جاری کیا تھا کہ بلا قصد و جرم سزا نہیں ہو سکتی۔

اسی لیے آپنے اُن صحابہ کو بھی نہ قتل کیا جو خود حضرت کی ہلاکت پر آمادہ تھے اور شب عقبہ آپکو ہلاک کرنا چاہا۔

محقق دہلوی شیخ عبدالحق اسماء الرجال مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں قیل لحذیفۃ کیف عرفت امر المنافقین ولم یعرفہ ابوبکر ولا عمر قال انی کنت اسیر خلف رسول اللہ ص فنام علی راحلتہ فسمعت اناسا منھم یقولون لو طرحناہ عن راحلتہ فاندق عنقہ فاسترحنا منہ فسرت بینھم وبینہ وجعلت ارض صوتی فانتبہ فقال من ھذا قلت حذیفۃ قال من اولئک قلت فلان وفلان حتی عددا سمائھم منافقون لا تخبرن احدا وجاء عن نافع بن جبیر قال لم یخبر رسول اللہ ص باسماء المنافقین الذین صحبوا بہ لیلۃ العقبۃ غیر حذیفہ وھم اثنا عشر رجلا انتھی۔ یعنی کسی نے حذیفہ سے سوال کیا کہ تمکو نام منافقین کے کیونکر معلوم ہوئے حالانکہ ابوبکر وعمر تک نہیں جانتے تھے حذیفہ نے کہا کہ شب عقبہ ہم سواری رسول ص کے پیچھے پیچھے جاتے تھے حضرت کو کچھ نیند آگئی تھی کہ ہمنے سنا کچھ لوگ کہتے ہیں اگر ہملوگ حضرت کو اونٹ سے گرادیں کہ گردن ٹوٹ جائے تو انکے ہاتھ سے خلاصی پائیں حذیفہ کہتے ہیں کہ یہ سنکر ہم درمیان میں آگئے اور آواز کو بلند کیا حضرت بیدار ہوگئے پوچھا کون ہے میں نے عرض کیا کہ میں ہوں حذیفہ۔ پھر پوچھا یہ کون لوگ ہیں میں نے سب کے نام بتائے حضرت نے فرمایا یہ سب منافق ہیں کسیکو انکا نام نہ بتانا۔ اور نافع سے منقول ہے کہ رسول خدا ص نے بجز حذیفہ کے کسیکو منافقین کے نام نہ بتائے وہ لوگ بارہ آدمی تھے۔ اسی کتاب میں ہے وکان عمر یسال حذیفہ عن حدیث العقبہ ویسالہ عن علامات النفاق ھل یری فیہ شیئا منھا اور عمر پوچھا کرتے تھے حذیفہ سے حدیث عقبہ کو اور یہ کہ کچھ علامات نفاق سے اُن میں پاتے ہیں۔

علامہ نورالدین علی بن ابراہیم حلبی انسان العیون میں لکھتے ہیں کہ لیلۃ العقبہ

(جس رات کو منافقین نے حضرت کو ہلاک کرنا چاہا تھا) کی صبح کو اسید بن حضیر (جو انصار سے تھے) حاضر خدمت ہوئے عرض کیا یا حضرت شب کو کوچ کیوں موقوف رہا حالانکہ اس وادی سے چلنا سہل تھا بنسبت عقبہ کے۔ آپ نے فرمایا تم جانتے ہو منافقین کا کیا ارادہ تھا بعدہ حضرت نے سارا قصہ بیان کیا۔ اسید نے عرض کیا یا حضرت اب ہر قبیلے کے لوگ فرود ہو چکے ہیں آپ حکم دیجئے کہ جو منافق جس قبیلہ کا تھا اسکو قتل کریں اور اگر مناسب ہو تو انکے نام بتایئے قسم خدا کی ابھی انکے سر لاتا ہوں حضرت نے فرمایا میں اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگ کہیں جنکی بدولت کفار سے جہاد کیا اور فتح و غلبہ پایا اب انھیں کو قتل کرتے ہیں اسید نے کہا یا رسول اللہ وہ آپ کے اصحاب نہیں ہو سکتے حضرت نے فرمایا کیا وہ اظہار شہادتین نہیں کرتے بعدہ حضرت نے انکو جمع کیا اور یہ حال کہہ سنایا سبھوں نے قسمیں کھائیں جس پر آیہ یحلفون باللہ ما قالوا نازل ہوا۔ تعجب ہے کہ اس قصہ میں خلیفہ دوم کو حرارت نہیں آئی نہ جوش آیا حالانکہ ادنے ادنے بات پر دوسروں کی نیام سے تلوار نکل پڑتی قتل پر آمادہ ہو جاتے تھے یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جو تمام مشہور ہے جس سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جب خود حضرت کے ساتھ یہ حالت تھی تو اہل بیت رسول کے ساتھ کیا ہوگا۔ مگر سب مسلمان ہیں ان میں نہ کوئی کافر ہے نہ مشرک بلکہ وہی صحابہ ہیں جنھیں آیندہ چلکر خلافت بھی ملی اور اسلام کے مالک و مختار قرار پائے۔

(۶۷) شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں ایک خاص عنوان اسکے لئے مقرر کیا ہے کہ حضرت نے کن کن صورتوں سے اپنا رنج و ملال صحابہ کے ان حالات پر ظاہر کیا ہے کہ اہل بیت رسول سے انکا کیا سلوک ہوگا۔

ازالۃ الخفا میں ہے بارہا آنحضرت خبر دادند کہ امت بحضرت [illegible] و تألم خاطر مبارک [illegible] اخرج الحاکم [illegible] قال [illegible] ان النبی صلعم ان الامۃ ستغدر بی بعدہ واخرج الحاکم عن ابن عباس قال النبی صلعم

لعلی اما انک مستلقی بعدی جهدا قال فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ
من دینک واخرج ابو یعلی عن علی بن ابیطالب قال بینما رسول اللہ
اخذ بیدی ونحن نمشی فی بعض سکک المدینۃ اذا اتینا علی حدیقۃ
فقلت یا رسول اللہ ما احسنہا من حدیقۃ قال لک فی الجنۃ احسن منہا
حتی مررنا بسبع حدائق کل ذالک اقول احسنہا ویقول لک فی الجنۃ
احسن منہا فلما خلا لہ الطریق اعتنقنی ثم اجہش باکیا قال قلت
یا رسول اللہ ما یبکیک قال ضغائن فی صدور اقوام لا یبدونہا لک
الا من بعدی قلت یا رسول اللہ فی سلامۃ من دینی قال فی
سلامۃ من دینک واخرج احمد عن علی حدیثا فی آخرہ وان تؤمروا
علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیا مھدیا یاخذ بکم الطریق
المستقیم واخرج الطبرانی عن جابر بن سمرۃ قال قال رسول اللہ
لعلی انک مؤمر مستخلف وانک مقتول وان ھذہ مخضوبۃ من
ھذہ یعنی لحیتہ راسہ انتھی صفحہ ۱۲۵ مقصد اول

ترجمہ حدیث اول حاکم نے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا
حضرت نے جناب رسالت مآبؐ نے مجھے خبر دی کہ یہ امت بعد میرے تمکو ترک
کر دیگی اور چھوڑ دیگی حدیث دوم حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا کہ
حضرت رسول نے جناب امیر سے فرمایا کہ ای علی بہت قریب زمانہ ہے جو تم ہمارے
بعد مشقت ومحنت میں مبتلا ہو جناب امیرؑ نے عرض کیا اسوقت دین ہمارا سالم
رہیگا فرمایا ہاں تمہارے دین کی سلامتی کے ساتھ یہ امور پیش آئیں گے۔
حدیث سوم ابو یعلی نے جناب امیر سے روایت کیا کہ ایکدفعہ ہم بہمراہی رسول
مقبول کوچہ ہاے مدینہ میں سیر کرتے تھے کہ ایک باغ پر گذر ہوا میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ کیا خوب باغ ہے رسول نے فرمایا جنت میں اس سے بہتر تمہارے
لئے باغ ہے یوں ہی سات باغ ملے ہر دفعہ میں نے اُسکی تعریف کی اور حضرت

نے وہی جواب دیا جب آگے بڑھے اور راہ اغیار سے خالی ہولی تو توجہ کیا میری طرف روتے ہوے اور فرمایا ان لوگونکے دلوں میں کینے ہیں جسکو ہمارے بعد تمپر ظاہر کرینگے۔ میں نے عرض کیا کہ اسوقت میرا دین سالم رہیگا فرمایا ہاں تمھارے دین کی سلامتی میں یہ امور واقع ہونگے۔ حدیث چہارم فرمایا حضرت نے اگر تملوگ علی کو اپنا امیر اور سردار بناؤ تو تم اُسکو ہادی ومہدی پاؤگے کہ راہ مستقیم پر لیچلیگا مگر خوب جانتے ہیں کہ تم اُسکو امیر اپنا نہ بناؤگے۔ حدیث پنجم فرمایا رسول نے کہ اے علی تم ایکروز ضرور امیر اور خلیفہ ہوگے اور یہ ریش خون سے رنگی جاویگی انتہٰی۔

اِن حدیثونکو اہل فہم بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بقول شاہ ولی اللہ صاحب حضرت نے اسکی خبر دی کہ صحابہ آپکی مخالفت کرینگے اور آپکو اس بات سے ملال ہوا۔ توکیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جن صحابہ نے حضرت کو رنج دیا وہ مسلمان تھے۔ اس حدیث سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ صحابہ کس طرح حضرت کو گھیرے رہتے کہ آپ اپنا درد دل بھی پورے طور پر نہ ظاہر کر سکتے اسکے منتظر رہتے کہ کہیں موقع خالی ملے تو درد دل ظاہر کریں۔

اس حدیث میں اصل لفظ رسول سیغدر ہے کہ قریب ہے میری امت (صحابہ) غدر کریں جیسا کہ اب بھی قلمی نسخوں میں ازالۃ الخفا کے موجود ہے مگر مطبع والوں نے اُسمیں تحریف کیا کہ سیقذر بنایا جسکی غرض یہ ہے کہ الزام غدر صحابہ سے رفع کریں مگر اب بدتر ہوگیا کیونکہ قذر نجاست گندہ کو کہتے ہیں جسکے مطلب یہ ہوے کہ صحابہ ہمسے نفرت کرینگے۔

(۲) رسول اللہ نے اس مضمون کو دوسرے لفظوں میں واضح کردیا کہ یہ قریش بوجہ اپنی سرکشی و تمرّد کے قابل قتل ہیں۔ جسکے لئے خداوند عالم جناب امیر کو انپر مسلط کریگا اور وہ قتل کرینگے جیسا کہ اُسی ازالۃ الخفا میں ہے۔

وہم دریں سفر با مرتضےٰ معاملہ منتظر الخلافہ بجا آورد ونیز اخرج النسائی والحاکم واللفظ للنسائی عن علی رضی اللہ عنہ قال جاء النبیؐ اناس من قریش

فقالوا یا محمد انا جیرانک وحلفاءک وان من عبیدنا قد اتوک لیس لهم رغبة من الدین ولا رغبة من الفقه وانما فروا من ضیاعنا واموالنا فاردد هم الینا فقال لابی بکر ما تقول فقال صدقوا انهم لجیرانک وحلفائک فتغیر وجه النبیؐ ثم قال لعمر ما تقول قال صدقوا انهم لجیرانک وحلفاءک فتغیر وجه النبیؐ ثم قال یا معشر قریش واللّٰه سیبعثن اللّٰه علیکم رجلا قد امتحن اللّٰه قلبه للایمان وسیضرب بکم علی الدین او یضرب بعضکم قال ابوبکر انا هو یا رسول اللّٰه قال لا قال عمر انا هو یا رسول اللّٰه قال لا ولکن ذلک الذی یخصف النعل وقد کان اعطی علیا نعله یخصفها ص ۲۵۶ مقصد دوم۔

یعنی حضرت نے جناب امیرؑ سے اس سفر (جنگ طائف میں) حضرت سے وہ معاملہ کیا جو امیدوار خلافت سے کیا جاتا ہے کچھ لوگ قریش سے آئے اور کہا یا حضرت یہ لوگ جو اہل طائف سے مسلمان ہوئے ہیں درحقیقت انکو نہ اسلام سے مطلب ہے نہ دین سے۔ صرف ہمارے اموال او زمیاع سے فرار کرکے آئے ہیں آپ انھیں واپس کریں ہم آپکے ہم حلف اور ہمسایوں سے ہیں حضرت نے ابوبکر سے پوچھا انھوں نے بھی کفار کی تصدیق کی جس سے حضرت کا چہرہ متغیر ہوا پھر عمر سے پوچھا انہوں نے بھی ابوبکر کی موافقت کی جس سے پھر حضرت کا چہرہ متغیر ہوا۔ اور فرمایا اے گروہ قریش (جس میں شیخین بھی داخل ہیں) قسم خدا کی تم پر ایسے شخص کو مسلط کریگا جسکے قلب کا اُسنے امتحان لیا ہے اور تمکو وہ دین پر ماریگا یا اور بعض کو ماریں۔ کہا ابوبکر نے کہ میں ہوں یا رسول اللّٰہ حضرت نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر عمر نے کہا کہ میں ہوں حضرت نے فرمایا کہ نہیں۔ لیکن یہ صفت اُس شخص کی ہے جو پیوند لگاتا ہے نعل میں۔ اور یہ تحقیق دیا تھا علی کو نعل اپنی کہ پیوند لگائیں اسمیں۔

اس روایت نے حضرت قریش او نیز [illegible] نفاق اور آپکا مقابلہ رسول بتایا [illegible] اس سے ظاہر ہو کہ قریش اور صحابہ اس درجہ باخود ما متفق تھے کہ

رسول کا چہرہ انکے اس اتفاق پر متغیر ہوتا اور یہ اپنی حرکت سے باز نہ آتے۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخین صفت امتحان قلب اور غضب علی الدین ہونے سے مبرا تھے اور یہ صفت منحصر تھی جناب امیر المومنین علیہ السلام میں اب مسلمانوں کو اختیار ہے وہ رسول اللہ پر ایمان لائیں یا رسول کی تکذیب کر کے شیخین پر ایمان لائیں۔ آن روایات کے بعد تو نہ کچھ کہنے کی ضرورت ہے نہ لکھنے کی کہ حضرت نے بصراحت تمام فرمایا کہ صحابہ کے دل میں تمسے بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے جسے وہ لوگ بعد ہمارے مرنے کے تمسے ظاہر کرینگے۔ یہ کہکر حضرت کس طرح گلے ملکر روئے۔

اب آپ ہی فرمائیے اس بغض و عناد کا نتیجہ کیا ہوتا؟ وہی ہوا جو سبکے پیش نظر ہے کہ حضرت رسول کے مرض ہی سے تیور لوگونکے بدل گئے اور پہلا بغض جو نکالا گیا وہ خود رسول اللہ کی نعش مطہر سے کہ نہ کوئی غسال ہے نہ گورکن۔ نہ سقا۔ نہ خیاط۔ کیونکہ سب سقیفہ کے دنگل میں ہیں۔ اگر جناب امیرؑ اسکی فکر نہ کرتے تو شاید رسول اللہ دفن ہی نہ ہوتے۔ کیونکہ جناب امیر کے اس اہتمام پر بھی تیسرے روز حضرت دفن ہوئے

(۸) دفن رسول اللہ کی اہمیت اہل بیت طاہرین کے نزدیک اس کلام سے ظاہر ہے جسے امام ابن قتیبہ دینوری اپنی کتاب الامامۃ والسیاسۃ مطبوعہ مصر صہ ۲۱ میں لکھتے ہیں

فوقفت فاطمہ رضی علی بابہا فقالت لاعہد لی بقوم حضروا اسوء محضر منکم ترکتم رسول اللہ جنازۃ بین ایدینا وقطعتم امرکم بینکم لم تستأمرونا ولم تروا لنا حقا۔ پس کھڑی ہوئیں حضرت فاطمہ اپنے مکان کے دروازہ پر اور کہا مجھے ہرگز ایسی قوم کا علم نہیں ہے جو تم سے بدتر محضر پر حاضر ہوئی ہو کہ چھوڑ دیا رسول اللہ کا جنازہ ہمارے سامنے اور اپنے امرونکا فیصلہ کر لیا باخود ہاکہ نہ ہمسے مشورہ لیا نہ ہمارے حق کا خیال کیا۔

دیکھئے کس درد سے بضعۃ الرسول صحابہ سے شکایت کرتی ہیں کہ آجتک ہمکو تمسے بدتر کسی قوم کا حال نہیں معلوم جسنے یہ کام کیا ہو کہ رسول اللہ کا جنازہ بے غسل و کفن ہمارے سامنے چھوڑ کر خلافت کے لئے چلے گئے۔ اگر حضرات اہل سنت کو

کسی امت کا حال معلوم ہو جسنے ایسی بدعنوانی اپنے نبی کے ساتھ کی ہو تو براہ کرم تواریخ سے پتہ دیں۔

جناب سیدہ کا یہ کلام صحابہ سے اسوقت ہوا کہ جناب امیر کو بغرض بیعت گرفتار کرنے گئے تھے

(۹) اب صحابہ کی شکایت سینئے کہ وہ اس دفن رسول سے متعلق کیا شکایت کرتے ہیں جس سے کمال ایمانداری اُنکی ظاہر ہو روضۃ الاحباب میں ہے بشیر بن سعد انصاری گفت ای ابو الحسن این داعیہ کہ تو امروز ظاہر میکنی پیش ازیں اگر معلوم مردم شدے ہر آئینہ با تو مضائقہ و منازعہ نمی کردند و با تو بیعت نمی نمودند لیکن چوں در خانہ نشستی و در اختلاط بر مردم بستی۔ ایشاں را گماں شد کہ از خلافت کنارہ میکنی و در رفع اعبائے ایں امر از خود میکنی اکنوں کہ جماعت مسلماناں کسے دیگر را قبول کردہ اند بہ پیشوائی از پے در می آئی و خود را طرز دیگر می نمائی علی مرتضٰے فرمود ای بشیر تو روا میداری کہ من جسد اطہر و قالب انور سید عالم را غسل ناکردہ و تجہیز و تکفین او ننمودہ و از دفن او فراغت حاصل نکردہ دم از طلب حکومت زدمے و با مردم در منازعت و خصومت شدمے۔ ابوبکر صدیق چوں دید کہ کلمات علی بحجلہ مستحکم و استوار و ہر یکے ازینہا مقابل صد بلکہ صد ہزار کلمہ ہست از در رفق و مدارا در آمد و گفت ای ابو الحسن مرا گمان ایں بود ترا با من مضائقہ نباشد و اگر میدانستم کہ از بیعت با من تخلف خواہی کرد ہرگز ایں را قبول نمی کردم اکنوں کہ مردم اتفاق نمودہ اند اگر تو نیز با ایشاں اتفاق نمودی ظن مرا مطابق واقع ساختہ باشی و اگر حالا توقف کنی و خواہی کہ دریں تامل و تفکر نمائی ہیچ حرج نیست پس از مجلس برخواست و متوجہ خانہ خویش گشت انتہٰی۔

اِس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ صحابہ نے جناب امیر کے اس امر کو کہ آپ متوجہ غسل و کفن رسول ہوئے اور تجہیز و تکفین رسول کو سب امور پر مقدم کیا۔ اسکی دلیل قرار دیتے ہیں کہ آپ کو خلافت سے کوئی مطلب نہیں۔ ایسے ایماندار صحابہ کس نبی کو ملے ہیں اہل سنت بتائیں۔

افسوس ہے کہ بخیال اختصار مانع ہے جو میں یہاں زیادہ تفصیل سے کام لوں۔ مگر اس سے

ہر شخص نے سمجھ لیا ہوگا کہ اہل بیت رسول۔ اور صحابہ میں کس قسم کے تعلقات تھے کہ تجہیز و تکفین رسول میں بھی نہ شریک ہوا نہ اُسکو ضروری سمجھا۔

(۱۰) خود خلیفہ اول جو حصول خلافت کے بعد حضرت عباس سے سازش کرنے کیلئے کلام کرتے ہیں اُسی کتاب الامامہ والسیاسہ میں ہو کہ ابوبکر حضرت علی کے پاس سے نکلے

ثم خرج فأتى المغيرة بن شعبة فقال: اترى يا ابا بكران تلقوا العباس فتجعلوا له فى هذا الامر نصيبًا يكون له ولعقبه وتكون لكما الحجة على علي وبنى هاشم اذا كان العباس معكم قال فانطلق ابوبكر وعمر وابو عبيدة حتى دخلوا على العباس رضى الله عنه فحمد الله ابوبكر واثنى عليه ثم قال: ان الله بعث محمدا صلى الله عليه وسلم نبيا وللمومنين وليا فمن الله تعالى بمقامه بين اظهرنا حتى اختار له الله ما عنده فخلى على الناس امرهم ليختاروا لانفسهم والا فى مصلحتهم متفقين لا مختلفين فاختاروني عليهم واليا ولامورهم راعيا وما اخاف بحمد الله وهنا ولا حيرة ولا جبنا وما توفيقى الا بالله العلى العظيم عليه توكلت

تو مغیرہ بن شعبہ کے یہاں گئے۔ اُس نے کہا اے ابوبکر اگر عباس (عم رسول) سے ملاقات کرو اور کچھ حصہ اُنکا بھی اِس خلافت میں مقرر کرو جو اُنکے لیے نسلاً بعد نسل قائم رہے۔ تو اس ذریعہ سے تمکو حضرت علی اور تمامی بنی ہاشم پر ایک بڑی حجت ہوگی۔ کہ عباس تمھارے ساتھ ہیں۔ پس ابوبکر۔ عمر۔ ابوعبیدہ حضرت عباس کے یہاں گئے ابوبکر نے بعد حمد و ثنا بیان کیا کہ خدا نے محمدؐ کو نبی بنایا اور تمامی مومنین کا ولی۔ پھر اُنکے قیام کی بدولت درمیان ہملوگونکے احسان کیا یہانتک کہ خدا نے اُنکے۔ لئے وہ اختیار کیا جو اُسکے نزدیک تھا (یعنی انتقال فرمایا) پس چھوڑ دیا حضرت نے آدمیوں پر اُنکے امر کو کہ اختیار کریں اپنے نفسوں کے لئے مطابق اپنی مصلحت کے اتفاق کر کے نہ بصورت اختلاف۔ پس لوگوں نے ہمکو پسند کر کے والی بنایا اور اپنے

والیه انیب ومازال یبلغنی
عن طاعن یطعن بخلاف ما
اجمعت علیه عامة المسلمین
ویتخذونکم لجأ فاحذروا
ان تکونوا جهد المنیع فاما دخلتم
فیما دخل فیه العامة او دفعتموهم
عما مالوا الیه وقد جئناك
ونحن نرید ان نجعل لك فی
هذا الامر نصیباً یکون لك
ولعقبك من بعدك اذ کنت
عم رسول الله وان کان الناس
قد راوا مکانك ومکان اصحابك
فعدلوا الامر عنکم علی رسلکم
بنی عبد المطلب فان رسول الله
منا ومنکم. ثم قال عمر ای والله
واخری انا لم ناتکم حاجة
منا الیکم ولکنا کرهنا ان یکون
الطعن منکم فیما اجتمع علیه
العامة فیتفاقم الخطب بکم
وبهم فانظروا لانفسکم ولعامتکم
فتکلم العباس فحمد الله واثنی علیه
ثم قال ان الله قد بعث محمدا کما
زعمت نبیا وللمؤمنین ولیا فمن الله

امور کا نگہبان اور میں بحمد اللہ نہ ضعف و
جبر سے خائف ہوں نہ جبن و نامردی
سے اور نہیں ہے توفیق میری مگر خدا اعلی عظیم
سے۔ ہمکو ہمیشہ خبریں پہونچتی ہیں انلوگوں
سے جو طعن کرتے ہیں بمخالفت اُسکے کہ عامہ
مسلمین نے اُسپہ اتفاق کیا ہے اور وہ لوگ
تمکو لجاٴ بناتے ہیں۔ بس ڈرو اس سے
کہ تم جہد منیع ہو۔ یا تو تم بھی داخل ہو جاؤ
اُسمیں جسمیں عامہ داخل ہیں۔ یا اُنلوگوں کو
اپنے پاس سے دفع کردو اور ہم اس غرض
سے آئے ہیں کہ تمھارے لئے بھی ایک
حصہ اس امر خلافت میں قرار دیں جو
تمھارے لئے بھی ہو اور تمھاری اولاد
کے لئے بھی۔ کیونکہ تم عم رسول اللہ ہو۔
اگرچہ لوگوں نے تمھاری قدر و منزلت
دیکھی ہے اور تمھارے اصحاب کی مگر اسپر
بھی پھیر دیا امر خلافت کو
تمسے۔ اپنی جگہ پر رہو اے فرزندان عبد
المطلب کہ رسول اللہ تمسے بھی ہیں اور
ہمسے بھی۔

عمر نے کہا ہاں قسم خدا کی ہم کچھ اسوجہ سے
تمھارے پاس نہیں آئے ہیں کہ کسی امر میں
تمھارے محتاج ہوں۔ مگر یہ مکروہ معلوم

بمقامه بين اظهرنا حتى اختار له
ما عنده فخلى على الناس امرهم
يختاروا لانفسهم مصيبين للحق لا
مائلين عنه بزيغ الهوى فان
كنت برسول الله طلبت فحقنا
اخذت وان كان هذا الامر انما
يجب لك بالمؤمنين فنحن
متقدمون فيهم وان كان هذا
الامر انما يجب لك بالمؤمنين
فما وجب اذ كنا كارهين فاما
ما بذلت لنا فان يكن حقا لك
فلا حاجة لنا فيه وان يكن حقا للمؤمنين
فليس لك ان تحكم عليهم وان كان
حقنا لم نرض عنك فيه ببعض
دون بعض واما قولك ان
رسول الله منا ومنكم فانه كان
من شجرة نحن اغصانها وانتم
جيرانها ص ۲۶ مطبوعه مصر

ہوتا ہے کہ تم لوگوں کی طرف سے طعن ہو اس
بات پر جسپر عامہ نے اجتماع کیا پس مشکل
ہو امر تمہارے لئے بھی اور انکے لئے بھی پس
غور کرو اپنے نفسوں کے لئے اور عامہ کیلئے۔
پس کلام کیا عباس نے اور بعد حمد و ثنا
کہا کہ بیشک خدا نے محمد کو نبی مبعوث کیا
جیسا کہ تو نے بھی اپنا گمان ظاہر کیا۔ اور
مومن کے لئے حضرت کو ولی بنایا اور جبتک
قیام رہا۔ یہ بھی خدا کا احسان تھا پھر
خدا نے انکے لئے وہ اختیار کیا جو اسکے نزدیک
تھا۔ پس حضرت نے چھوڑ دیا آدمیوں کے
لئے انکے امر کو کہ اختیار کریں اپنے نفسوں کے
لئے درحالیکہ مصیب ہوں حق کے لئے نہ کہ
مائل ہوں اس سے اپنی خواہش کے
مطابق پس اگر تمنے بذریعہ رسول اس
خلافت کو لیا ہے تو ہمارا حق لیا۔
اور اگر بوجہ مومنین تیرے لئے واجب ہوا تو
ہم سب سے مقدم ہیں (تو مومنین پر تمکو تقدیم
کیونکر ہو سکتا ہے) اور اگر بذریعہ مومنین تمہارے لئے واجب ہوا۔ تو کیونکر واجب
ہوا جب ہم اس سے کراہت کرنے والے ہیں۔
رہا وہ عطیہ جو ہمکو تم دیتے ہو پس اگر وہ حق تمہارا ہے تو ہمکو اسکی حاجت نہیں۔
اور اگر وہ حق مومنین ہے تو تمکو کوئی حق نہیں کہ انپر حکومت کرو۔ اور اگر وہ حق
ہمارا ہے تو ہم اسپر راضی نہیں کہ بعض لیں اور بعض نہ لیں۔ رہا تمہارا یہ قول

یا ابن عباس ما اری صاحبک الا مظلوما فقلت فی نفسی واللہ ما یسبقنی بہا فقلت یا امیر المومنین فاردد الیہ ظلامتہ فانتزع یدہ من یدی ومضی یہمہم ساعۃ ثم وقف فلحقتہ فقال یا ابن عباس ما اظنہم منعہم الا انہم استصغروا سنہ فقلت فی نفسی ہذا شر من الاولی فقلت واللہ ما استصغرہ اللہ و رسولہ حین امراہ ان یاخذ براءۃ من صاحبک فاعرض عنی واسرع فرجعت عنہ۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ عمر صاحب نے کہا ابن عباس سے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے صاحب (علی بن ابیطالب) مظلوم ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا سمیر کوئی انکے جواب میں سبقت نہ کر سکا کہا کہ یا امیر المومنین پھر پھیر دیجئے ان سے جس سے انپر ظلم ہوا۔ پس کھینچ لیا عمر نے ہاتھ سے اپنا ہاتھ اور ہمہمہ کرتے ہوئے چلے گئے۔ پھر ٹھہرے کہ میں بھی پہونچ گیا تو کہا اے ابن عباس۔ میں جہاں تک گمان کرتا ہوں قوم نے انکو صغیر السن جانا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو پہلے سے بدتر ہوا۔ پس کہا میں نے واللہ کہ خدا و رسول نے تو انکو کمسن نہ جانا جسوقت انکو حکم دیا کہ تمھارے صاحب سے سورہ برات لے لیں۔ یہ سنکر منہ پھیر لیا اور جلدی سے چلے گئے۔ میں بھی واپس آیا۔

ان دونوں روایتوں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اہل بیت طاہرین اور صحابہ میں کیسے تعلقات تھے کہ خود عمر صاحب اقرار کرتے ہیں کہ میں حضرت علی کو مظلوم پاتا ہوں اور یہ بھی کہتے تھے کہ قوم نے انکو کمسن سمجھکر [illegible] دیا اور اسیوجہ سے ہم بغیر انکے اذن و مشورہ کے کوئی کام نہیں کرتے۔ اور ابن عباس جو خاندان رسالت سے ہیں جواب دے رہے ہیں کہ رسول انکو کیسے کیسے معرکوں میں بھیجتے اور وہ سر کرتے خدا اور رسول نے تو انکو اسوقت کمسن نہ جانا جسوقت ابوبکر صاحب سے سورہ برات لینے کا حکم دیا اور تم لوگ انکو کمسن کہہ رہے ہو [illegible]
میں اس تقریر کو خلیفہ دوم کی اس تقریر پر ختم کرتا ہوں جسے علامہ [illegible]

(۲۱) فقال (عمر) یا ابن عباس اتدری ما منع قومکم منکم بعد محمد
فلم دمت ان احبیبہ انلم اکن ادری فان امیر المومنین
یدرینی فقال عمر کرھوا ان یجمعو الکم النبوۃ والخلافۃ فتبجحوا
علی قومکم بجحا بجحا فاختارت قریش لانفسہا فاصابت
و وفقت فقلت یا امیر المومنین ان تاذن لی فی الکلام و
تمیط عنی الغضب تکلمت قال تکلم قلت اما قولک یا امیر
المومنین اختارت قریش لانفسہا فاصابت و وفقت فلو ان
قریشا اختارت لانفسہا حین اختار اللہ لہا لکان الصواب
بیدھا غیر مردود ولا محسود واما قولک انہم ابوا ان تکون
لنا النبوۃ والخلافۃ فان اللہ عزوجل وصف قوما بالکراھۃ
فقال ذلک بانہم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالہم فقال
عمر ھیہات واللہ یا ابن عباس قد کانت تبلغنی عنک
اشیاء کنت اکرہ ان اقرک علیہا فتزیل منزلتک منی فقلت
ما ھی یا امیر المومنین فان کانت حقا ینبغی ان یزیل منزلتی
منک وان کانت باطلا فمثلی اماط الباطل عن نفسہ فقال عمر بلغنی
انک تقول انما صرفوھا عنا حسدا وبغیا وظلما فقلت اما قولک
یا امیر المومنین ظلما فقد تبین للجاھل والحلیم واما قولک
حسدا فان آدم حسد ونحن ولدہ المحسودون فقال عمر ھیہات
ھیہات ابت واللہ قلوبکم یا بنی ھاشم الا حسدا لا یزول
فقلت مہلا یا امیر المومنین لا تصف قلوب قوم اذھب
اللہ عنہم الرجس وطہرھم تطہیرا عن الحسد والغش فان قلب
رسول اللہ من قلوب بنی ھاشم فقال عمر الیک عنی یا ابن
عباس فقلت افعل فلما ذھبت اقوم استحیی منی فقال یا

ابن عباس مكانك فواللہ انی لراع لحقك محب لما سرك فقلت يا امير المؤمنين ان لی عليك حقا وعلی كل مسلم فمن حفظه اصاب ومن اضاعه فحظه اخطا ثم قام فمضی تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۵ مصر

کہا عمر نے کہ اے ابن عباس کچھ جانتے ہو تمہاری قوم نے تم لوگوں کو کیوں محروم کیا۔

ابن عباس (جواب دینا مکروہ معلوم ہوا) کہا اگر ہم نہیں جانتے تو امیر المومنین بتلا دیں گے۔ (اشارہ ہے طرف عمر کے)

(عمر) تمہاری قوم نے نہ چاہا کہ نبوت وخلافت دونوں تمہارے خاندان میں رہیں جس سے تم اپنی قوم پر فخر ومباہات کرو (مگر جس لب ولہجہ سے خلیفہ نے ان الفاظ کا استعمال کیا ہے اُسکا مطلب اُردو زبان میں پوری طرح سے ادا نہیں ہو سکتا جن لوگوں کو عربی سے موانست ہے وہ اسکا مطلب سمجھینگے۔)

لہذا قریش نے خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی طرف سے خلیفہ بنایا اس کارروائی میں قریش صواب پر ہیں اور نیک توفیق پائی۔

(ابن عباس) اے امیر المومنیں اگر اجازت کلام کی دیجئے اور غصہ کو دور کر ڈالئے تو کچھ میں بھی کہوں —

(عمر) کہو۔

(ابن عباس) امیر المومنین کا یہ کہنا کہ قریش نے خلافت اپنے ہاتھ میں لے لی اور باختیار خود خلیفہ مقرر کرنے میں نیک توفیق پائی اور اچھا کیا۔ اگر مطابق حکم واختیار خدا ایسا کرتے تو بیشک صواب اُنکے ہاتھ لگتا اور نہ کوئی اُنپر رد کرتا اور نہ کوئی اُنسے حسد کرتا۔ باقی یہ کہ قریش نے ہم میں نبوت وخلافت کے جمع ہونے سے کراہت کی تو خدا ایک قوم کی کراہت کے بارے میں کہتا ہے (ترجمہ آیہ) اور یہ بسبب اسکے ہے کہ انھوں نے کراہت کی اُس چیز سے جسکو نازل کیا خدا نے پس حبط کر دیا خدا نے اُنکے اعمال کو الایہ (اِس آیت کی تلاوت اس مقام پر نہایت ہی قابل غور ہے)

(عمر) ہیہات ہیہات افسوس افسوس اے ابن عباس ضرور مجھکو تمھاری بہت سی
باتونکی خبریں پہونچی تھیں جنکو اسوجہ سے تم سے نہ پوچھا کہ اُسکے اقرار سے تمھارا
مرتبہ میرے نزدیک زائل ہو جائیگا (جس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ باوصف علم ان
امور کے کہ یہ لوگ ایسا سمجھتے ہیں ازراہ ظاہرداری تعظیم واحترام کرتے تھے
یہی تقیہ نفاق ہے)

(ابن عباس) وہ کونسی باتیں ہیں اے امیر المومنین اگر حق ہیں تو ضرور میری
منزلت گھٹنی چاہیئے اور اگر باطل خبریں پہونچی ہیں تو میں اپنی بیاعت ثابت کرونگا

(عمر) میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو خلافت ہم لوگوں سے ازراہ حسد و بغاوت
وظلم چھینی گئی۔

(ابن عباس) ظلم کا حال تو جاہل وحلیم سب کو معلوم ہے۔ باقی رہا حسد
پس حضرت آدم سے حسد کیا گیا (بجز شیطان کسنے اُنکا حسد کیا) اور
ہملوگ انھیں کی اولاد ہیں اور ہم سے بھی لوگ حسد رکھتے ہیں۔

(عمر) ہیہات ہیہات اے ابن عباس واللہ تملوگ بنی ہاشم کے دل نے بجز
حسد کے ہر باتوں سے انکار کیا (یعنی بنی ہاشم کے دل میں محض حسد بھرا ہے)

(ابن عباس) بس بس اے امیر المومنین جس قوم کے دلونکی تعریف خدا نے
اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا سے فرمائی ہے
(یعنی اللہ پاک نے اُنسے رجس ناپاکیزگی کو دور پاک کیا پورے طور پر) حسد اور
کینہ سے اُنکی طہارت حسد اور غش کی نسبت نہ کرو کہ حضرت رسول کا
دل بھی انھیں بنی ہاشم سے ہے لہذا وہ بھی کیسا نہ بچتے)

(عمر) تم میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔

(ابن عباس) ایسا ہی کرونگا جیسے اٹھنے لگے تو عمر شرمائے اور کہا اے
ابن عباس ٹھہر جاؤ قسم بخدا میں تمھارے حقوق کی رعایت کرتا ہوں اور
تمھاری خوشی کو دوست رکھتا ہوں ابن عباس نے کہا اے امیر المومنین

منبر دھیر احق تیرا ہو اور ہر مسلمان پر جسنے اُسکی حفاظت کی وہ اپنے نصیب کو پہنچا اور جسنے ضائع کیا اُسنے اپنا نصیب کھویا بعد اُسکے ابن عباس اٹھکر چلے گئے۔ تاریخ کامل صفحہ ۲۵ جلد ۳ مصر۔

یہ تقریر حضرت عباس سے اور خلیفہ دوم سے آگئی تو نہ کسی ایسے موقع پر جہاں کسی ملکی یا مالی امر کی بحث ہو نہ خلافت کی حقیت وغیرہ بلکہ ایک قطعہ شعر کی تعریف پر یہ سارا قصہ چھڑ گیا جسکا اصلی واقعہ یہ ہو کہ عمر ابن خطاب اپنے احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کچھ شعر و شاعری کا تذکرہ کر رہے تھے کہ فلاں زیادہ شاعر ہے فلاں خوب کہتا ہو۔ اسیر ابن عباس آگئے عمر نے کہا بھلا جاننے والا شاعروں کا آگیا پوچھا کہ سب شاعروں سے بڑھکے کون شاعر گذرا ہو۔ ابن عباس نے کہا زہیر بن ابی سلمی عمر نے کہا کچھ اُسکے اشعار پڑھو ابن عباس نے یہ اشعار پڑھے ؎

لوکان یقعد فوق الشمس من کرم	قوم باوّ لھم او مجدھم قعدوا
قوم ابوھم سنان حین تنسبھم	طابوا وطاب من من الاولاد ما ولدوا
انس اذا امنوا جن اذا فزعوا	امازرون بھالیل اذا احتشدوا
محسدون علی ماکان من نعم	لاینزع اللہ عنھم مالہ حسدوا

اگر بیٹھ سکے آفتاب پر از روے کرم کے کوئی قوم تو بسبب اپنی پہلی بزرگی اور مجد کے بیٹھے گی۔ وہ قوم کہ باپ انکا سنان ہو جسوقت نسب انکا بیان ہو۔ پاک ہیں وہ اور پاک ہیں اولاد انکی جو اُنسے پیدا ہوئی۔ آدمی ہیں جب وقت امن ہو۔ جن ہیں جب وقت خوف ہو۔ قوی دل ہیں اور ہنسنے والے ہیں جبکہ مجتمع ہوں۔ حسد کرتے ہیں لوگ انکی نعمتوں کا خدا نہ زایل کرے اُنسے وہ چیز جسکے سبب سے وہ محسود ہیں۔

عمر نے بھی ان اشعار کی تعریف کی اور کہا خدا کی قسم جہانتک میں جانتا ہوں ان اشعار کا مصداق اولی بجز اس قبیلہ بنی ہاشم کے دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا بسبب فضل و قرابت رسول صلعم کے ابن عباس نے کہا اس سمجھ میں تمنے توفیق پائی اور

ہمیشہ توفیق پاتے رہے۔ اسپر عمر نے وہ تقریر کی جو مذکور ہوئی صفحہ ۲۴

ایک دوسرا واقعہ مؤید اسکا تاریخ مروج الذہب علامہ مسعودی میں ہے

وذکر عبد اللہ بن عباس ان عمر ارسل الیہ فقال یا ابن العباس ان عامل حمص هلك وكان من اهل الخير واهل الخير قليل وقد رجوت ان تكون منهم وفى نفسى منك شئ لم اره منك واعياني ذلك فما رايك فى العمل قال لن اعمل حتى تخبرنى بالذى فى نفسك قال وما تريد الى ذلك قال اريده فان كان شئ اخاف منه على نفسى خشيت منه عليها الذى خشيت وان كنت بريا من مثله علمت انى لست من اهله فقبلت عملك هنالك فانى قلما رايت اوظننت شيئا الا عاينته فقال يا ابن عباس انى خشيت ان ياتى على الذى هوات وانت فى عملك فتقول هلم اليكم دون غيركم مروج الذهب برحاشيه تاريخ كامل جلد ۵ صفحہ ۱۳۔

عمر نے ابن عباس سے کہا کہ حمص کا حاکم مر گیا اور وہ اہل خیر سے تھا اور اہل خیر ہمیشہ کم ہوتے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ تم بھی اہل خیر سے ہو مگر ہمکو تمھاری طرف سے ایک کھٹکا ہے جسکو تمسے دیکھا نہیں اور اُس نے ہمکو تھکا دیا ہے تو تمھاری رائے کیا ہے وہاں کا عمل قبول کروگے۔ ابن عباس۔ جبتک تم اُس خلش کو نہ بیان کروگے اس منصب کو قبول نہ کرینگے۔ عمر۔ تمھیں اُس بات سے کیا غرض۔

ابن عباس۔ غرض ہے اگر وہ بات وہی ہے جسکا خوف ہمکو اپنی نفس سے ہے تو بے شک اُس سے خوف کرنا چاہئے اور اگر جسکا خوف ہمکو ہے وہ نہیں ہے کوئی دوسری بات ہے جس سے ہم بری ہیں تو بیشک تمھارے حکم کو قبول کرینگے کیونکہ میں اکثر کسی بات کو دیکھتا یا گمان کرتا ہوں مگر یہ کہ اُسکا مشاہدہ کر لیتا ہوں۔

عمر۔ وہ بات یہ ہے کہ مجکو اسکا خوف ہے کہ اگر کہیں اجل معین اُس زمانہ میں آگئی کہ تم ہماری طرف سے عامل ہو تو حضر ہر تم لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے لگو

آؤ ہماری طرف اور نہ جائینگے تم لوگونکی طرف سوائے تم لوگوں کے (دیکھو مروج الذہب

(۱۲) اب میں اس تمہید کو اس عبارت پر ختم کرتا ہوں کہ علامہ مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں وقام المقداد فقال ما رایت مثل ما اوذی بہ اہل هذا البیت بعد نبیہم فقال عبد الرحمن بن عوف وما انت وذالک یا مقداد فقال واللہ انی لاحبہم بحب رسول اللہ وان الحق معہم وفیہم یا عبد الرحمن اعجب من قریش وانت تطولہم علی الناس اہل هذا البیت قد اجتمعوا علی نزع سلطان رسول اللہ بعدہ من ایدیہم اما وایم اللہ یا عبد الرحمن لو اجد علی قریش انصار القاتلتہم کقتالی یاہم مع رسول اللہ ۔ مروج الذہب صفحہ ۳۳۶ برحاشیہ تاریخ کامل

حضرت مقداد نے کھڑے ہو کر کہا جیسی ایذا اہل بیت رسالت کو بعد رسول اللہ پہونچائی گئی کوئی ایسی ایذا میں نہیں مبتلا ہوا عبد الرحمن بن عوف نے کہا اے مقداد تمکو ان باتوں میں کیا دخل ہے مقداد نے کہا واللہ ہم انکو بسبب محبت رسول اللہ دوست رکھتے ہیں یہ لوگ حق کے ساتھ ہیں اور حق انھیں میں ہے اے عبد الرحمن تعجب ہے قریش سے کہ تو اور انکو غلبہ دے رہا ہے خاندان رسالت پر اور تم لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے کہ سلطنت رسول اللہ کو بعد آں حضرت کے اہل بیت سے نکال لو اے عبد الرحمن قسم خدا کی اگر مجکو انصار و مددگار ملتے تو میں قریش سے پھر ویسا ہی جہاد کرتا جیسا رسول اللہ کی ہمراہی میں ان سے جہاد کیا تھا۔ (یہ کلام وقت بیعت [illegible] کا ہے)

یہ چند اتفاقات جزئیہ ہیں [illegible] کہ اہل بیت رسول سے کس قسم کی معاندت تھی کہ خود رسول اللہ نے اسیر گریہ و بکا لیا ہے اور جناب امیر سے کہدیا تھا کہ [illegible] ہیں ان لوگوں کے دلوں میں تمسے کینے ہیں جسے بعد وفات میرے ظاہر کرینگے حضرت عباس عم رسول اللہ۔ اور ابن عباس نے اسکی شکایتیں کی ہیں کہ اہل بیت رسول سے یہ سب منحرف ہیں۔ جناب سیدۃ النساء بضعۃ الرسول نے

اسپر نوحہ زاری فرمائی ہے کہ یہ قوم بدترین اقوام ہے جسنے وہ ظلم کئے جو آجتک کسی امت سے نہ ہوے۔ خود عمر صاحب نے اقرار کیا کہ جناب امیر مظلوم ہیں اور حضرت مقداد نے کہا جو خود ایک اعلےٰ درجہ کے صحابی ہیں کہ اگر مجھے اعوان و انصار ملتے تو میں ان قریشیوں سے پھر اسیطرح جہاد کرتا جسطرح عہد رسول میں انسے جہاد کیا تھا تو اب کسکو تامل ہو سکتا ہے اس میں کہ واقعہ کربلا انھیں مخالفتوں کا نتیجہ تھا جس میں فرزند رسول اس بیکسی اور ظلم سے شہید کیا گیا اور یہی وجہ ہے کہ امام غزالی نے اسکی ممانعت کی کہ ذکر شہادت جناب امام حسن و امام حسین علیہما السلام نہ کرنا چاہیے کہ موجب ہیجان بغض صحابہ ہوتا ہے۔

شہادت جناب امام حسینؑ اور صحابہ کی ایمانداری

اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں کہ واقعہ شہادت جناب امام حسین علیہ السلام میں صحابہ نے اپنے اسلام اور ایمان کا کیسا ثبوت دیا ہے اور پھر اس ترک رفاقت کا نتیجہ کیا ملا۔ کیونکہ اسکے بعد اس ذلت کی موت سے وہ صحابہ مارے گئے کہ دنیا میں کوئی انکے نام کا رونے والا نہ رہا۔ اور میں جہانتک جانتا ہوں جو حالات آج اصلاح کی بدولت ظاہر ہو رہے ہیں بڑے بڑے علماے فریقین بھی اس سے ناواقف ہونگے اگر ان حالات پر ذرہ برابر بھی غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ جو روش صحابہ نے اہل بیت اطہار کے ساتھ بعد رسول اللہ اختیار کی تھی اسکا لازمی نتیجہ یہی نہ تھا کہ خاندان رسالت تباہ و برباد ہو جسکا اثر باطنی احیاء اسلام ہے۔ بلکہ یہ بھی ضروری تھا کہ وہ صحابہ جو باقی تھے اور انکی اولاد ایسی ذلت اور مصیبت میں مبتلا ہو کہ دنیا کو معلوم ہو جائے ترک حق کا یہی نتیجہ ہے اور یہی ہونا چاہیے۔

اس میں کسی مورخ کو اختلاف نہیں کہ معویہ نے اپنی زندگی ہی میں اسکی کوشش کی تھی کہ اسکا کافر بیٹا یزید خلیفہ بنایا جائے جسکے نسبت علامہ سیوطی تاریخ الخلفا میں لکھتے ہیں قال الحسن البصری کہا حسن بصری نے کہ

افسد امر الناس اثنان عمرو بن
العاص يوم اشار على معوية
برفع المصاحف فحملت وقال ابن
القراء فحكم الخوارج فلا يزال هذا
التحكيم الى يوم القيمة والمغيرة
بن شعبة فانه كان عامل معوية
على الكوفة فكتب اليه معوية
اذا قرأت كتابي فاقبل معزولا
فابطاء عنه فلما ورد عليه قال ما
اطأبك قال امر كنت اوطيه
واهيئه قال وما هو قال البيعة
ليزيد من بعدك قال او قد فعلت
قال نعم قال ارجع الى عملك فلما
خرج قال له اصحابه ما وراءك
قال وضعت رجل معوية في
غرز غي لا يزال فيه الى يوم القيمة
قال الحسن فمن اجل ذلك بايع
هولاء لابنائهم ولولا ذلك
لكانت شورى الى يوم القيمة

ص ۱۴۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی

مسلمانوں کے امر کو دو شخصوں نے
فاسد کیا۔ ایک تو **عمرو عاص** (صحابی)
جسنے معویہ کو مشورہ دیا تھا جنگ صفین
میں کہ مصحف نیزوں پر بلند کئے جائیں
اور وہ بلند کئے گئے ابن قرا نے کہا خوارج
کا مسئلہ تحکیم اسی کی بدولت پیدا ہوا
جو قیامت تک رہیگا۔
دوسرے مغیرہ بن شعبہ (صحابی) دوست
خلیفہ دوم جو معویہ کیطرف سے
عامل کوفہ تھا۔ معویہ نے اسکو معزول
کیا اور لکھا کہ تو حکومت کوفہ سے معزول
ہوکر میرے پاس چلا آ۔ مغیرہ نے کچھ
دیر لگائی اور بعد اسکے معاویہ کے پاس
گیا تو معویہ نے پوچھا کیوں دیر لگائی
اسنے کہا میں ایک امر مہم کے سامان
اور تہیہ میں تھا معویہ نے پوچھا وہ کیا
کہا **بیعت یزید** بعد تیرے۔ کہا
پھر کیا۔ کہا ہاں معویہ نے کہا تو اچھا
پھر اپنی جگہ پر بحال ہو کر چلا جا جب
مغیرہ وہاں سے نکلا اور لوگوں نے
پوچھا تو کہا میں نے معویہ کے پیر ونکو ضلالت وغوایت کے ایسے رکابوں میں
ڈال دیا ہے جس سے قیامت تک نہ نکلے گا۔ کہا حسن بصری نے کہ خلافت خاندانی
کا سلسلہ اسیوقت سے قائم ہوا اگر یہ نہ ہوتا تو قیامت تک امر خلافت بذریعہ شوریٰ رہتے

ہوتا رہتا۔

اِس روایت سے بھی ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بنص امام حسن بصری آخری فساد کے بانی یہی دو صحابی ہیں ایک عمرو عاص دوسرا مغیرہ جو خود کہہ رہا ہے میں نے معٰویہ کے پیر ونکو ایسی ضلالت کے رکابوں میں ڈالا ہے جس سے قیامت تک نہ نکلے۔ پھر حیف ہو اُن صحابہ پرستوں پر جو معٰویہ کی نجات کے قائل ہیں۔

موت معٰویہ۔ بہرحال اسکے بعد جو جو سامان بیعت یزید کے معٰویہ نے کئے ہیں اسکے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں مگر اسقدر اتفاقی امر ہے کہ اواخر رجب سنہ ۶۰ھ میں معٰویہ مرا اور یزید خلیفہ ہوا جسنے اپنے عامل مدینہ کو خط لکھا کہ تمام قوم سے میری بیعت لے

بیعت یزید۔ اُس خط کو امام ابن قتیبہ نے کتاب الامامہ والسیاسہ میں پورے طور سے نقل کیا ہے جسکا آخری حصہ یہ ہے۔

ولیکن اوّل من یبایعك من قومنا واهلنا الحسین وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس وعبد الله بن زبیر وعبد الله بن جعفر ویحلفون علی ذلك بجمیع الایمان اللازمة ویحلفون بصدقة اموالهم غیر عشرها وحرّیة رقیقهم وطلاق نسائهم بالثبات الوفاء بما یعطون من بیعتهم ولا قوة الا بالله والسلام صـ ۱۲۲ مطبوعہ مصر	یعنی چاہیئے کہ پہلا وہ شخص جو میری بیعت تیرے ہاتھ پر کرے میرے قوم وقبیلہ سے حسین ہوں اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن جعفر اور حلف کریں اُسپر ساتھ کل قسمونکے جو لازم ہوں اور اسکا حلف کریں کہ اگر مخالفت کریں تو مال اُنکا صدقہ قرار پاوے اور جتنے غلام اور لونڈی ہیں وہ سب آزاد ہو جائیں۔ اور اُنکی عورتونکو طلاق ہو اگر اس بیعت پر وفا نہ کریں۔

یہاں پہلا سوال یہ ہے کہ آیا خدا اور رسول نے اس قسم کی بیعت اور حلف کو کبھی جایز کیا تھا جو کوئی مسلمان اسے قبول کرتا؟ کیا خلفاء ثلثہ نے اسی طرح

سے بیعت لی تھی جو کوئی مسلمان قبول کرتا۔

اگر غور کرو تو غلامی اس سے ہزار درجہ بہتر ہے جسمیں نہ یہ قسم ہے نہ عہد و پیماں۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ کوئی باغیرت مسلمان ایسا حلف کرتا اور ایسی قسم کھاتا جسکے بعد اُسکو کسیطرحکا اختیار نہیں رہتا کہ جس قسم کا چاہے یہ ظلم کرے یا کفر و فسق مگر بیعت کرنیوالا مجبور ہے کہ ایک کلمہ زبان سے نہیں نکال سکتا

چونکہ اہل سنت کو تعلیم خلفا ایک خاص طور کی خلش اہل بیت اطہار سے ہے لہذا بے دھڑک کہدیتے ہیں کہ آخر جناب امیرؑ نے خلفائے ثلثہ کی بیعت از راہ تقیہ کی تھی اور جناب امام حسن نے معاویہ کی۔ پھر جناب امام حسینؑ نے بھی کیوں نہ اُسی طرح یزید کی بیعت کر لی جو اس مصیبت میں مبتلا ہوئے

جسکے مطلب یہ ہوئے کہ جسطرح جناب امام حسین درجہ امامت میں مساوی تھے جناب امیر اور امام حسن کے۔ اُسیطرح یزید بھی مساوی تھا خلفائے ثلثہ کا۔ اگر سنی اہل سنت راضی ہیں اور خلفا کو ہمسر یزید مانتے ہیں تو بھی جناب امام حسینؑ کی بیعت نہ کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ خلفائے ثلثہ کی بیعت کا طریقہ یہ نہ تھا جسطرح یزید نے بیعت لینا چاہی کہ ہر شخص سے خط غلامی لکھوا آتا تھا پھر کیونکر ممکن تھا کہ کوئی سچا مسلمان اسکا اقرار کرتا چہ جائیکہ فرزند رسول اسکا اقرار کرے۔ حالانکہ خود بیعت جناب امیرؑ و امام حسنؑ محل نظر ہے کہ کسیطرح ثابت نہیں بجز اسکے کہ انحضرات نے صرف نزاع سیف و سناں کو بمصلحت اسلام ترک کیا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اکثر فرمایا الا [illegible] اقرار العبید

یعنی یہ ممکن نہیں کہ ہم وہ اقرار کریں جو غلاموں کا اقرار ہوتا ہے۔

ہاں بعض مورخوں نے یہ مضمون لکھا تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے فرمایا تھا کہ ہماری تین خواہشوں سے ایک خواہش قبول کرو ایک یہ کہ ہمکو چھوڑ دو کہ جہاں سے ہم آئے ہیں وہیں چلے جائیں۔ دوسری یہ کہ ہے چلو یزید کے پاس وہاں جاکر سمجھا جائیگا۔ تیسری یہ کہ کسی سرحدی مقام پر بھیجا

سمجھ رکھو کہ کبھی ایک مجاہدین فی سبیل اللہ سے ہو جائینگے مگر خود علمائے اہل سنت نے آخرا سکی تصریح کر دی کہ غلط ہے ہرگز امام نے یہ نہیں فرمایا چنانچہ تاریخ کامل میں ہے وقیل بل قال لہ اختاروا منی واحدۃ من ثلاث اما ان ارجع الی المکان الذی اقبلت منہ واما ان اضع یدی فی ید یزید بن معاویہ فیری فیما بینی وبینہ رایہ۔ واما ان تسیروا بی الی ای ثغر من ثغور المسلمین شئتم فاکون رجلا من اھلہ لی ما لھم وعلی ما علیھم وقد روی عن عقبۃ بن سمعان انہ قال صحبت حسینا من المدینۃ الی مکۃ الی العراق ولم افارقہ حتی قتل وسمعت جمیع مخاطباتہ الناس الی یوم قتلہ فواللہ ما اعطاھم ما یتذاکر بہ الناس من انہ یضع یدہ فی ید یزید ولا ان یسیروہ الی ثغر من ثغور المسلمین ولکنہ قال دعونی ارجع الی المکان الذی اقبلت منہ او دعونی اذھب فی ھذہ الارض العریضۃ حتی ننظر الی ما یصیر الیہ امر الناس فلم یفعلوا صفحہ ۲۲ جلد ۴ تاریخ کامل مطبوعہ مصر۔

یعنی کہا گیا ہے کہ جناب امام حسینؑ نے عمر سعد سے فرمایا تھا یا تم ہمکو جانے دو جہاں سے آئے ہیں وہاں چلے جائیں۔ یا یزید کے پاس لیچلو کہ جو رائے ہوگی اُس پر عمل کیا جائیگا۔ یا یہ کہ ثغور مسلمین کیطرف جانے دو۔ عقبہ بن سمعان راوی ہے کہ میں حضرت کے ساتھ تھا مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے کربلا تک اور نہ جدا ہوا اُسوقت تک کہ حضرت شہید ہوئے اور حضرت کے کل خطبونکو میں نے سنا جو آپنے لوگوں سے فرمایا روز قتل تک مگر کبھی یہ کلمہ نہ فرمایا جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے کبھی کہا ہو کہ ہمکو یزید کے پاس لیچلو یا ثغور مسلمین کیطرف جانے دو۔ بلکہ حضرت یہ فرماتے تھے کہ یا تو ہمکو جانے دو اپنے وطن کیطرف یا چھوڑ دو کہ ہم اس زمین پر کہیں چلے جائیں کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے امر ناس مگر کسی نے نہ مانا‘‘

اسی واقعہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ طرفداران یزید نے کس کس طرحکی باتیں بنائی

ہیں کہ حضرت سے اسکا اقرار کرائیں کہ کسی طرح ہو آپنے بیعت یزید کا اقرار کیا تھا
جو ایک محال امر ہے۔

جناب امام حسین کا ثبات قدم اور استقلال اس امر پر کہ اس بیعت یزیدی کو آپ
بالکل ناجایز سمجھتے تھے۔ ایسا یقینی اور بدیہی ہے کہ خود عمر بن سعد نے اسکو
بیان کیا کہ یہ ناممکن ہے چنانچہ جب شمر ملعون نامہ ابن زیاد لایا ہے تو عمر بن سعد نے
کہا جیساکہ تاریخ کامل میں ہے فلما اتی شمر بکتاب ابن زیاد الی عمر قال لہ
مالک ویلک قبح اللہ ما جئت بہ واللہ انی لاظنک انت ثنیتہ
ان تقبل ما کنت کتبت الیہ بہ افسدت علینا امرا کنا رجونا ان
یصلح واللہ لا یستسلم الحسین ابدا واللہ ان نفس ابیہ لبین جنبیہ
فقال لہ شمر ما انت صانع قال اتولی ذلک ونھض الیہ عشیہ
الخمیس لتسع مضین من المحرم ص ۲۳ جلد ۴

کہ جب شمر خط ابن زیاد لایا تو عمر سعد نے کہا وائے ہو تجھ پر یہ کیا کیا تو نے ہمکو
تو امید تھی کہ اصلاح ہو جائیگی مگر معلوم ہوتا ہے تو ہی نے ابن زیاد کو اس رائے سے
برگشتہ کیا۔ قسم خدا کی امام حسینؑ ہرگز اطاعت اُسکی نہ قبول کرینگے۔ اُنکے باپ کا
نفس اُنکے پہلووں میں موجود ہے شمر نے پوچھا پھر تیرا کیا ارادہ ہے اُسنے کہا ہم لڑینگے"
ہم جہانتک سمجھتے ہیں ذاکرین چونکہ اس پہلو پر نہیں نظر کرتے اسلئے بے تامل
اس روایت کو پڑھ دیتے ہیں کہ حضرت نے اُنسے تین باتوں میں سے ایک کی خواہش
کی تھی مگر اُسے بھی اُسنے نہ منظور کیا حالانکہ در اصل شان امام حسینؑ اس سے بہت
ارفع ہے کہ کبھی آپ اسکا اقرار کرتے کہ ہمکو یزید کے پاس لے چلو یا کسی سرحد پر نکل
جانے دو کیونکہ مقصود امام ہر فعل سے اتمام حجت ہے کہ لوگونکو معلوم ہو یہ بالکل امر
باطل ہے اور مخالف اسلام۔

بیعت یزید ایک ایسی کھلی ہوئی ذلت اسلام تھی کہ ہر شخص جو کچھ بھی نور اسلام
رکھتا تھا اسے ناجایز اور ناروا جانتا تھا چنانچہ جب ابن عباس کو بیعت

کے لئے لے چلے۔ تو حاضرین جلسہ نے بھی اعتراض کیا چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہے صد ۲۲۱

جاء رسول خالد فقال یقول لك الامیر لابد لك ان تاتینا قال فان کان لابد فلابد مما لابد منه یا نوار الملی ثیابی ثم قال وما ینفعکم اتیان رجل ان جلس لم یضرکم قال فقلت له اتبایع یزید وھو یشرب الخمر ویلھو بالقیان ویستھتر بالفواحش قال مه فاین ما قلت لکم وکم بعده من ات ممن یشرب الخمر وھو شر من شاربھا انتم الی بیعته سراع اما واللہ انی لانھاکم وانا اعلم انکم فاعلون ما انتم فاعلون حتی یصلب مصلوب قریش بمکة یعنی عبداللہ بن الزبیر

یعنی خالد ابن حکم امیر مکہ کا فرستادہ ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کہ امیر کہتا ہے ضروری ہے تمھارا آنا ہمارے پاس ابن عباس نے کہا اگر ضروری ہے تو ضرور ہوگا وہ بھی جو ضروری ہے ای نوار (نام ہے لونڈی کا) لا میرا کپڑہ۔ پھر کہا کیا فائدہ تمکو ایسے شخص کے لیجانے سے کہ اگر وہ بیٹھا رہے تو تمکو کوئی ضرر نہ پہونچائے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کیا تم یزید کی بیعت کروگے حالانکہ وہ **شارب الخمر** ہے اور **زناکار**۔ اور فواحش کو علانیہ کرتا ہے۔ ابن عباس چپ رہو وہ باتیں کیا ہوئیں جو میں نے بیان کی تھیں تمسے کہ کتنے لوگ اسکے بعد ایسے خلیفہ ہونگے جو شارب الخمر ہونگے اور بدتر ہونگے شارب الخمر سے۔ اور تم انکی بیعت میں جلدی کرنے والے ہو یہانتک کہ سولی دیا جائے مصلوب قریش **یعنی عبداللہ بن زبیر**

دیکھیے حضرت ابن عباس نابینا ہیں آنکھیں جاچکی ہیں کوئی کام نہیں کرسکتے کہہ رہے ہیں کہ ہم اگر مخالفت بھی کریں تو تمکو کوئی ضرر نہ ہوگا مگر کسطرح مجبور کئے جاتے ہیں بیعت پر۔ اسپر بھی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کیونکر آپ ایسے شخص کی بیعت کرتے ہیں جو شارب الخمر اور بدکار ہے پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام حسین حالت موجودہ میں دیدہ و دانستہ حرمت اسلام کو ضائع کرتے اور یزید کی بیعت

کر لیتے جس سے ہمیشہ کو اسلام تباہ و برباد ہو جاتا۔

اگر حضرات اہل سنت جیسا کہ زبانی طرفداری صحابہ کا دم بھرتے ہیں ویسے ہی طرفدار ہوتے تو اس واقعہ جانسوز کربلا میں انکی ہمدردی جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ زیادہ ہوتی کیونکہ خود امام حسین ع صحابی رسول بھی ہیں اور بنص قرآن فرزند رسول بھی ہیں لہذا وہ حضرت زیادہ مستحق حمایت و طرفداری تھے۔ مگر اہل سنت صرف زبانی دعوے محبت صحابہ کرتے ہیں اور اصلی محبت اُن کی شیخین سے ہی اور اُنکے طرفدار ہیں۔ لہذا جناب امام حسین علیہ السلام سے بھی مخالفت ہی کیونکہ حضرت نے اُس بیعت کی مخالفت کی تھی جسکے موجد اور بانی شیخین تھے۔

ہم صرف اسی ایک واقعہ پر نہیں اکتفا کرتے بلکہ آیندہ چلکر بتا دینگے کہ کتنے صحابہ اہل سنت نے بھی وہی کیا جو آج امام حسین علیہ السلام نے مردانہ وار کام کیا کہ حجت خدا کو تمام کیا اور اسلام کو بلند نام کیا۔ فرق ہی تو اسقدر کہ صحابہ نے اہل بیت رسول کا ساتھ چھوڑ دیا جس سے وہ بابن بیکسی گو مارے گئے مگر اسلام کا نام روشن کر کے۔ اور صحابہ نے جو یزید کی مخالفت کی تو ذاتی اغراض کو شامل کر کے۔ لہذا خدا نے بہ انتقام ترک رفاقت امام اُنپر وہ بلا نازل کی کہ ذلیل موت سے مارے بھی گئے اور عذاب خدا سے تا قیامت نجات نہ پائینگے۔ اسیوجہ سے اہل سنت کو بھی کسی طرحکی ہمدردی اُنسے نہیں ہی۔

(باقی آیندہ)

تحفہ حیرت۔ اہلحدیث

الحمد للہ تو معلوم ہی جس سے خاندان رسالت تباہ کیا گیا۔ اور اسلام کی جگہ **نفاق** نے رواج پایا جسے مدعیان اسلام۔ اسلام کہتے ہیں اب اس اتحاد کا اختلاف دیکھیے کہ بفحوائے آیہ کریمہ فاغرینا بینھم العداوۃ

والبغضاء خدا نے کس طرح ان یہود ان امت میں اختلاف ڈالا کہ کبھی اتحاد ہونے والا نہیں۔

عمر فاروق کا باپ۔ منکر شہادت امام حسین علیہ السلام ہے۔ ہمکو اس سے بحث نہیں معہ فرزند بجنتم۔ علماے اہل سنت نے جہاں تہاں خوب انکی خبر لی۔ مگر اُن بیچاروں کو خبر ہی نہ ہو جنکو دنیا مانتی ہے۔ صلح کل پالیسی والے اخبار بھی خاموش رہے نہ وطن کو جوش آیا نہ مدینہ اخبار کو نہ البشیر کو کہ مسلمانوں سے اس الزام کو دفع کریں کہ اولاد نبی کو قتل بھی کرتے ہیں اور تیرہ سو برس بعد انکار کرتے ہیں ہمکو ان جھگڑوں سے مطلب نہیں۔ مگر حال میں دو سنی اخبار نویسوں نے بھی اپنے عمر فاروق کے باپ کو دھمکایا ہے مگر کس کمزور لہجہ میں شرماتے شرماتے کہ خود طرز لہجہ انکی کہہ رہی ہے۔ کس دباؤ سے کس مجبوری سے یہ چند جملے لکھ رہے ہیں۔

نجم لکھنؤ جو انکا قدیم نمکخوار ہے اس طرح گہر ریز ہے۔ "اس میں شک نہیں کہ مرزا حیرت صاحب نے انکار شہادت سے شیعی دنیا میں ہل چل مچادی آجتک کوئی جواب شافی شائع نہیں ہوا۔ مگر اہل علم جانتے ہیں کہ اس انکار سے یا ایسی شہادت کے پیش نہ ہونے سے جو مشروط الشرائط مقررہ و مفروضہ مرزا صاحب ہے اصل واقعہ غلط نہیں ہوسکتا باقی نجم نے جو کام کیا ہے اسکی شان ہی دوسری ہے"

اس تحریر سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ عمر فاروق کا باپ اور نجم لکھنؤ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں فرق ہے تو صرف شان کا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ گو شیعی دنیا میں ہل چل پڑ گئی کیونکہ قاتل منکر شہادت بھی ہے مگر اہل علم کے نزدیک اس انکار کو کوئی وقعت نہیں نہ یہ واقعہ غلط ہوسکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عمر فاروق کے باپ اپنے اس قدیمی نمکخوار کو کیا سزا دیتے ہیں کیونکہ اس تحریر نے صرف یہی نہیں کیا کہ واقعہ شہادت کو ثابت اور صحیح کیا بلکہ انکی کل تحریر کو جاہلانہ بتایا کیونکہ انھوں نے لکھا ہے "اہل علم جانتے ہیں" جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے

کہ مرزا کی تحریریں جاہلانہ ہیں۔
دوسرا مخالف مرزا اڈیٹر اہلحدیث ہے جو رقمطراز ہے "ہمارے احباب ہیں مختلف جانبوں کیطرف متوجہ کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ **دہلی کے مرزا حیرت** کی تردید کرو کوئی کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت نہیں ہوئی۔ کوئی کہتا ہے کہ شیعوں کی طرف توجہ کرو جو ایسے ہیں اور ویسے ہیں حقیقت میں یہ انکا کہنا بجا ہے کیونکہ اہلحدیث اسی لئے ہے کہ سب معاندین **قرآن** و **مخالفین** حدیث خیر الانام کے جوابات دے مگر بات اصل یہ ہے کہ **مرزا حیرت** کا قصہ تو بہت مختصر ہے انہوں نے ایکدفعہ علما کو مباحثہ کے لئے دعوت دی تھی اور چند ایک مقام مباحثہ کے لئے تجویز کئے تھے جنمیں سے لاہور کو ہمنے انتخاب کرکے بذریعہ اخبار منظوری لکھ دی تھی کہ لاہور آن کر بحث کر لو مگر حیرت صاحب نے ہمکو وفا نہ کی اس سے بعد انہوں نے اپنا تمام رخ شیعوں کی طرف پھیر لیا اسلئے ان سے کسی بڑی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہ رہی۔ باقی رہا شیعوں سے روئے سخن۔ سو اسکی وجہ یہ ہے کہ شیعوں کے رسالوں میں ممتاز رسالے اسوقت **اصلاح** اور **شیعہ** ہیں جنکی حالت زار خدا کو معلوم ہے کہ کسقدر قابل اصلاح ہیں۔ ان بیچارونکو اتنی بھی خبر نہیں کہ مناظرہ اور مباحثہ کسکا نام ہے وہ تو سوائے بیہودہ گالیوں اور بدزبانیوں اور دل آزاریوں کے کچھ جانتے ہی نہیں۔ مثال کے لئے اصلاح کی تحریر "نبوت یزید" کے متعلق قابل ملاحظہ ہے جسکو وہ محض اہل سنت کا دل دکھانے کے لئے نہایت ہی دلخراش طریق سے بار بار لکھتا ہے کہ یزید سنیوں کا نبی ہے کبھی یزیدی امت لکھتا ہے کبھی کچھ نام رکھتا ہے کبھی کچھ حالانکہ اہلحدیث میں اسکا جواب مفصل دیا گیا ہے کہ یہ تمہارا محض کذب اور زور ہے۔ اسلئے ایسے قابل اصلاح کو ہمنے مدت سے اسکے حال پر چھوڑ رکھا ہے مورخہ یکم شوال۔

اب دیکھنا یہ ہے عمر فاروق کا باپ اپنے ان امتیوں کی کیا خبر لیتا ہے۔ کیونکہ دونو اخبار کے اڈیٹر آتش حسد سے اس وجہ سے کباب ہو رہے ہیں کہ مرزا نے انکا

شہادت کر کے لاکھوں روپیہ کا سرمایہ فراہم کرلیا اور یہ سب منہ تکتے رہ گئے۔

ہم آخر میں اسقدر یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ "گوشت خرد ندان سگ" کاش اصحاب ثلثہ ایک امر کا فیصلہ کر لیتے تو خوب ہوتا۔ میاں اہلحدیث نے جو نکہ قسم کھالی ہو کہ اخبار میں بجز کذب و دروغ۔ جھوٹھ کبھی سچ نہ لکھینگے حالانکہ فخر یہ بیان کرتے ہیں کہ ہر حال میں وہ لوگوں سے سچ بولنے کی قسم لیتے ہیں۔ لہذا انکے جواب کی ضرورت نہیں۔ مثال کے لئے اسی مسئلہ نبوت یزید کو لیجئے جس سے وہ انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ انکے جواب کا جواب الجواب بعنوان "ٹھیکہ داران یزید" اصلاح ۲ جلد ۱ میں کس وضاحت سے دیا گیا اور نہ صرف یہی ثابت کیا گیا کہ بتصریح انکے امام اعظم ابن تیمیہ کے۔ مشائخ اہل سنت بنوت یزید کے قائل تھے۔ بلکہ بتصریح علامہ اسمعانی ایک فرقہ کا فرقہ یزیدیہ نام ہوتا۔ اور علمائے اہل سنت کا آیات قرآنی کو جسمیں لفظ یزید موجود ہو بشان یزید وارد ہونا نہایت توضیح سے ثابت کیا گیا۔ مگر یہ آجتک یہی کہے جاتے ہیں کہ یہ کذب و زور ہے۔ یہ بیان بھی کسقدر افتراؤں سے مملو ہے " اسلئے ایسے قائل اصلاح کو ہمنے مدت سے اپنے حال پر چھوڑ رکھا ہے "، کیونکہ اسکے معنی تو یہ ہیں کہ اہل حدیث۔ اصلاح کا جواب نہیں دیتا۔ حالانکہ ناظرین اصلاح کو بخوبی معلوم ہے کہ کتنے مباحث میں اہلحدیث نے اصلاح سے تعرض کیا اور جب جواب قاطع ملا تو پھر ایسا دم دبا کر بھاگا کہ پھر جواب الجواب کی قدرت نہ ہوئی۔ ایسی حالت میں یہ کہنا "ہمنے مدت سے اپنے حال پر چھوڑ رکھا ہے"، کسقدر جہ لغو اور غلط ہے۔

اہلحدیث کو کم سے کم یہ لازم ہے کہ اگر وہ مذہب حق نہیں قبول کرتا تو اتنا کام ضرور کرے کہ بمقابلہ اصلاح جھوٹھ نہ بولا کرے جو علامات نفاق سے ہے اور یہ فرقہ بتصریح علماے احناف اس صفت سے موصوف ہے۔

ہمنے اصلاح ۱۰ میں انکی یہ دعوت قبول کی تھی کہ از روے قرآن و عقل انسے مباحثہ کیا جاے جسپر یہ بھی عرض کیا تھا کہ براہ مہربانی پہلے وہ

اپنا ایک مسئلہ میں بھی متبع قرآن ہونا ثابت کریں۔ پھر کسی مسئلہ کو۔ اپنے مسائل مخصوصہ سے قرآن سے ثابت کریں مگر آجتک میں چشم براہ ہی رہا اور انہوں نے ایسا قرار کیا کہ ایک عرصہ گذرا اور انہوں نے ایفائے عہد نہ کیا۔

یا وفا خود نبود در عالم   یا مگر ہیچکس وفا ننمود

اڈیٹر

تاج شہادت

(منقول از آفتاب دہلی)

یونتو دنیا میں ایک سے ایک زیادہ پارسا ہی ایک سے ایک زیادہ خدا ترس اور متقی ہو گذرا ایسا فسانہ ہی جسکا جواب نہو کوئی ایسی مصیبت ہی جس سے بڑھکر اور سخت مصیبتیں نہ موجود ہوں مگر حسین کا قصہ بھی عجیب فسانہ ہی۔ سچ پوچھو تو اپنی وضع میں لاثانی ہی خدا کی نشانی ہی دنیا میں راہ راست کا ایک جھنڈا ہی جسکے پھریرے کی چھاؤں میں بھٹکے ہوئے دم لیتے ہیں استعارہ کی ایک مضبوط لوہے کی لاٹھ ہی جو راستہ بھولے ہوئے کو منزل مقصود کا اشارہ کرتی ہی کون ہی جو واقعہ کی سرگذشت سے واقف نہو حسین سے کہا گیا۔ یا مذہب اسلام چھوڑ دو۔ شراب خواری اختیار کرو دنیا کے عیبونکو ثواب سمجھو۔ یا جان سے ہاتھ دھو۔ تمہارا سر تہ تیغ بیدریغ ہوگا حسین نبی کا نواسا تھا خدا کا سچا بندہ تھا ایک نہ مانی آخر لڑائی ٹھنی۔ میدان کارزار گرم ہوا۔ ایک طرف حسین اور انکے اکثر عزیز و اقربا دوست احباب جمع تھے یا ان کی بیٹیاں بہنیں تھیں دوسری طرف فوج سیاہ بادل کیطرح چھائی ہوئی تھی حسین کو تین دن بھوکا پیاسا رکھا۔ اُن کے عزیز و اقربا اور شیر خوار معصومونکو ان کے سامنے آب شمشیر پلایا پھر انکو خود کو بھی ذبح کیا۔ اکتفا اسیر نہ کی انکے بعد اُن کی ذریت کو بھی گرفتار رنج و محن کیا مدتوں قیدخانوں میں رکھا

نبی کی نواسیوں کو سر بازار بے ردا پھرایا سب کچھ ہوا مگر حسین اپنے ارادے سے نہ پھرے۔ لوگ کہتے ہیں حسین نے اسلام کو زندہ رکھنے کی خاطر سر دیا ہم کہتے ہیں حسین نے دنیا میں سچائی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اس فسانہ نے ثابت کر دیا کہ جو لوگ نیکی کے راستے پر چلتے ہیں وہ حیات بے ثبات کی پرواہ نہیں کرتے۔ اُن کے نزدیک مساوی ہے خواہ وہ تخت زبرجدی پر ہوں یا تو وہ خاک پر بیٹھے ہوں کسی محلسرا کی بارہ دری میں ہوں یا کسی جنگل میں جھونپڑے میں ہوں اُن کو ہر وقت خدا حاضر و ناظر معلوم ہوتا ہے اُن کی غفلت کے پردے دور ہو جاتے ہیں انھیں ہر رنگ میں اسی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے ہر گل میں اُسی کی بو آتی ہے۔ وہ جانتے ہیں دنیا میں شیطانی زندگی بسر کرنے سے موت ہزار درجہ بہتر ہے موت حیات کیا چیز ہے لوگ اندھے ہیں جو حیات کو ممات سے افضل جانتے ہیں سب خدا کا عطیہ ہے راستی کی رسی ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ خواہ دُرے لگیں نیک لوگوں کے نزدیک مساوی ہیں خواہ اُنکے سر پر ہیرے کا تاج ہو یا خود اُن کا سر نیزے پر ہو خواہ وہ کسی کے آقا ہوں یا خود کسی ظالم کے سامنے زنجیر میں بندھے کھڑے ہوں حسینؑ کے فسانہ نے ثابت کر دیا کہ دنیا کی خاطر کیا کیا کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں حسینؑ کے قاتل جانتے تھے کہ حسین نبی کا نواسا ہے احکام رسول کا پابند ہے خود قاتل اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے حسین کو ذبح کرتے جاتے تھے اور محمدؐ رسول اللہ کہتے جاتے تھے جو لوگ دنیا میں سچائی کا جھنڈا گاڑنے کھڑے ہوتے ہیں اُنکو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اپنی حیات سے ہاتھ دھو چکے اپنے آپکو مردوں میں شریک کر چکے خواہ وہ کیسے ہی بے قصور ہوں مگر ان کے خون سے ہاتھ لال کئے جائیں گے۔ کوئی ایسا ستم نہیں ہے جو ان پر نہ ٹوٹے گا خنجر بران اور نیزے کی انی ہر وقت اُنکے واسطے تیار رہے گی۔

حسین کے فسانے نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ گو کتنی ہی دقتیں ہوں آخر میں فتح نیکی کی ہوگی راستی کے سبب سے خود حسین کو کیا پھل ملا سوا رنج و تعب

اور کیا ہاتھ آیا انتہا یہ کہ سر دیا تھا اسوقت معلوم ہوتا ہوگا کہ سچائی کا نتیجہ دنیا
میں رنج و محن ہو مگر اب تو ملاحظہ فرمائیے اپنے حسین کو جس کو خاص اُس زمانے کے
آدمیوں نے قابل دار سمجھا اب کیا سمجھا جاتا ہے کروڑوں آدمی اس متبرک شخص
کو فرشتہ رحمت مانتے ہیں ہزاروں ملکوں میں ان کا نام صبح و شام لیا جاتا
ہی لاکھوں گمراہ ان کے نام سے ہدایت پاتے ہیں شکستہ دل یہ نام سنکر
فرحان و شاداں ہو جاتا ہی یہ سمجھنا کہ دنیا میں سچائی تیر ہی نہیں سکتی حماقت ہی
دنیا ذات پاک نے بنائی ہی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں مکاری کام دیتی ہے وہ خدا
کو الزام دیتے ہیں کہ اُسنے ایسی دنیا بنائی جہاں سچائی ذلیل و خوار رہتی ہی
گویا خود صانع قدرت کو جھوٹا اور دغاباز ٹھیراتے ہیں مانا کہ راستباز کو
تکلیفیں ہوں یہ تکلیفیں بھی امتحان ہیں امتحان اسلئے لیا جاتا ہی کہ لوگوں پر
ثابت ہو جائے کہ راہ راست کی ہدایت کرنیوالا خود کہانتک اسے راہ راست
سمجھتا ہی جو چیز ہمیں پیاری ہوگی اسکے لئے ہم تکلیفیں اُٹھانے کو تیار ہوں گے
خدا کی بھیجی ہوئی مصیبتیں لوگوں پر یہ ثابت کر دیتی ہیں کہ راستی سے تا دم حیات
کبھی منہ نہ موڑا جائے پھر یہ ہدایت کرنے والے کا کوئی پیرو کیوں ہو اس سے لوگ
ہمدردی کیوں کریں۔ اسلئے نیک لوگوں پر مصیبتیں بھیجی جاتی ہیں کون دنیا میں
ایسا سنگدل ہوگا جو کسی ستم دیدہ کی جلی ہوئی آہ کے ساتھ ہی خود بھی جل نہ جائے
کسکا ایسا پتھر کا دل ہوگا کہ کسی بے گناہ کے ٹکڑے کٹتے ہوئے دیکھے اور آنسو
نہ بہائے خلقت کو ہدایت کرنے والے کیطرف مائل کرنے کیلئے لوگوں کو اس سے
ہمدردی کرنے کے لئے۔ عالم کو اسکا پیرو کرنے کے لئے راستباز حقیقی دنیا میں
راہ راست کے پیرو کا طرح طرح کی مصیبتوں سے امتحان لیتا ہی تاج شہادت
پہناتا ہی دشمن کو انکے قتل پر آمادہ کرتا ہی شہید کو دوسری دنیا میں اسکا صلہ
ملتا ہی رنج و تعب کے بدلے راحت و آرام ہوتا ہی۔ دشمنوں کے بدلے خدمت
کرنے والے ملتے ہیں بیتابی کے عوض پردے اُٹھ جاتے ہیں اور دنیا کی

اصل حقیقت معلوم ہوجاتی ہے - کانٹوں کے تاج کے بدلے نور کا تاج سر پر ہوتا ہے اور رحمت یزداں شریک حال ہوتی ہے۔

اور یہ شہادت دنیا والوں کو بےچین کر دیتی ہے لوگوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں معلوم ہوتا ہے عالم بالا کا نظارہ ہوا جسوقت قاتل سینے پر سوار ہوتا ہے اپنے خیال ہوتا ہے کہ خنجر براں کی چمک سے شاید اب بھی یہ ڈر جائے قاتل سمجھتا ہے کہ اسوقت تک ڈرانے دھمکانے کو یہ محض باتیں سمجھتا تھا۔ اب جب سفاک قاتل کو سینے پر سوار دیکھے گا اپنی موت کا پیغام سامنے دیکھے گا۔ اجل کے فرشتہ کو خنجر کی دھار میں چھپا ہوا پائے گا ممکن ہے اپنی ہٹ سے ہٹ جائے - مگر اللہ کے سچے بندوں کو وہ قاتل فرشتہ رحمت معلوم ہوتا ہے۔ ان کا بڑا دوست ہوتا ہے انھیں خدا سے ملاتا ہے خنجر براں کی دھار میں جلوۂ حق دکھادیتا ہے ہر چمک سے اُسی کا نور ٹپکتا ہے خنجر کی رگڑ میں شہد کا مزا آتا ہے جب قاتل اپنا کام کر چکتا ہے اُسوقت وہ پریشان ہوتا ہے اپنے کئے پر پشیمان ہوتا ہے۔ دل میں کہتا ہے یہ کیا ہوا میں کیا سمجھتا تھا یہ کیا دیکھا اپنا سر دھنتا ہے بیگناہ کے خون سے اپنے آپ کو بری کرتا ہے دل میں توبہ کرتا ہے خدا سے معافی مانگتا ہے خود قاتل ہی مقتول کا پیرو ہوتا ہے خون جو شہید کی گردن سے اُبلتا ہوا گرتا ہے زمین کو ہلا دیتا ہے آسمان پر سناٹا آجاتا ہے پرندے سکتے کے عالم میں جہاں رہتے ہیں کے وہیں رہ جاتے ہیں اور اپنی چونچیں آسمان کیطرف بلند کرکے فریاد کرتے ہیں خونخوار اور وحشی درندے حیران و ششدر چاروں طرف تکتے ہیں ماہیان دریا اچھل اچھل کر ریت پر تڑپتی ہیں۔ سمندر کا پانی ٹھیر جاتا ہے سورج اور چاند کو گہن لگ جاتا ہے وہی خون جو شہید کی گردن سے گرم گرم اُبلتا ہوا نکلتا ہے وہی خون لوگوں کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور دنیا والے آہ کرکے کھڑے ہوجاتے ہیں ظالم سے بدلا لیتے ہیں مظلوم کا مزار بناتے ہیں اُسکی تربت پر پھول چڑھاتے ہیں اسکی قبر پر اشک حسرت بہاتے ہیں اور مایوسی کے عالم میں اسکا جھنڈا عالم میں پھیلاتے ہیں یا یہ کہئے وہ ایک شخص

بے یار و مددگار چیختا تھا اور کوئی نہ سنتا تھا یا اب ہزاروں آدمی اسکی نصیحتیں لوگونکے سامنے بیان کرتے ہیں لوگ اس شہید ظلم کی باتوں کو وحی سمجھتے ہیں اسکے قولونکو سونے کے حرفوں میں لکھکر دیواروں میں لٹکاتے ہیں اسکے دیدار کی تمنا میں اُسکے مزار کی زیارت کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ایسے افعال کبھی کسی آدمی سے نہیں ہو سکتے ہونہ ہو یہ تو خود خدا انسان کی ہدایت کے لئے جسم خاکی میں ظاہر ہوا تھا صدیوں لوگ اس برگزیدہ حق کی پیروی کرتے ہیں اور اس شہید کا کام دنیا میں ابدالآباد تک جاری رہتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں وہ شہید ہوا ہم کہتے ہیں وہ زندۂ جاوید ہو گیا ہم اسی کو زندہ جانتے ہیں جو ہم پر کچھ اثر کر سکے مثلاً اسکی آواز ہمارے کانوں تک پہنچے اسکی صورت اس میں دکھائی دے۔ وہ خود کسی کام میں مصروف ہو۔ ہم کہتے ہیں شہید کا اثر کس کان تک نہیں پہنچتا اپنی زندگی میں وہ دو چار کو بتا سکتا ہے مرنے کے بعد ہزاروں آدمی اسکی باتیں سنتے ہیں اور متاثر ہوتے ہیں کسی زندہ آدمی کی بات کا ایسا اثر نہیں ہوتا ہے جیسے شہید کی سنی ہوئی باتوں کا اثر ہوتا ہے اسکی صورت ہر وقت راستباز آدمی کے سامنے رہتی ہے آئینہ دل میں ہر وقت وہ صورتِ زیبا دکھائی دیتی ہے اور دنیا میں ہمیشہ اسکا کام جاری رہتا ہے یہ غلط ہے کہ وہ مر گیا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اسکی عمر بہت بڑھ گئی اس کی قوتیں زیادہ ہو گئیں۔ پہلے وہ ایک دو آدمیوں کو نصیحتیں کر سکتا تھا اب اسکی آواز تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ شہید نے وفات نہیں پائی بلکہ حیاتِ ابدی حاصل کی۔

دنیا میں کامیابی کا یہی راز ہے اگر تم واقعی سچے ہو اور اپنے خیالات کی اشاعت کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنی سچائی ثابت کر دو اور خدا سے دعا کرو کہ وہ تم پر مصیبتیں نازل کرے تمھیں بھوکا سلائے تمھیں ننگا پھرائے لوگ تمھیں پتھر ماریں کوئی شخص تمھیں اپنے پاس نہ بٹھائے کوئی تم سے بات نہ کرے جدھر سے گذرو لوگ پکاریں سچ دیکھو جاتا ہے جو کام کرو لوگ کہیں دیوانہ ہے جانور کبھی تمھیں دیکھکر تمھاری طرف

لیکیں کیڑے مکوڑے تمھیں ڈنک اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمھاری طرف مائل ہوں
خدا سے دعا کرو تمھیں دُرّے لگیں تمھیں قید خانہ میں بھیجا جائے سچائی کا جھنڈا
بہت بھاری ہے بڑی مشکل سے سنبھل سکتا ہے اگر تم چاہتے ہو کہ تمھاری طرح لوگوں کے
دلوں میں بھی راستی کے لئے جوش پیدا ہو تو تم اپنا خون بہاؤ خدا سے التجا کرو کہ تمھیں
شہادت نصیب ہو سچا خون جو تمھارے جسم سے نکلے گا لوگونکے سر چڑھ کر بولے گا
لوگونکے دل ہلا دیگا پھر اُنمیں وہ جوش پیدا ہوگا اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں تمھارے
خیالات پھیلیں تو راستی کے لئے جان دو بعد مردن روح جو تمھارے جسم سے
نکلیگی لوگوں کے جسم میں داخل ہوگی لوگونکو معلوم ہوگا ہم میں نئی روح خدا نے
پھونکی یہ سمجھ لو کہ دنیا میں حق ظاہر کرنا مشکل ہے جب تک تم خود عیش و آرام
میں پڑے رہو گے کوئی بات نہ سنے گا جب تک تم معمولی آدمیوں میں ملے رہو گے
کوئی تمھیں نہ دیکھے گا لوگوں کی آنکھ ہمیشہ کسی اونچی چیز پر پڑے گی تمھیں لوگ
اس وقت دیکھیں گے جسوقت تم سولی پر چڑھو گے اور تمھارا سر نوک نیزہ پر ہوگا
تمھیں لوگ اسوقت سنیں گے جب تمھارے کانوں میں میخیں ٹھوکی جائیں گی۔
لوگ تمھاری اسوقت مدد کرینگے جب تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر کتوں کو کھلانے
جائیں گے تمھارے سر پر اسوقت تاج کامیابی رکھیں گے جب تمھارے سر پر
کانٹوں کا تاج دیکھ لیں گے تمھارے پاؤں اسوقت چومیں گے جب تمھارے
پاؤں چھلنی ہو جائینگے تلوؤں میں آبلے پڑ جائینگے چھالے ستائینگے کانٹے کھائے
جائینگے لوگ تمھیں اسوقت پوجیں گے جب تم نہ رہو گے اور جب وہ دیکھ لینگے
کہ انکی عزت کرنے سے تم مغرور نہیں ہو جاتے راہ راست بڑی کٹھن ہے ذرا
ہوشیار ہو کر قدم اُٹھانا۔

سائنس اور اسلام

یسبح لہ ما فی السموات وما فی الارض الملک القدوس

العزیز الحکیم ط

ظاہرا مطلب تو اس آیہ کا صرف اسیقدر ہی کہ تمام وہ چیزیں جو زمین و آسمان میں ہیں تسبیح و تقدیس خداوند عالم میں مشغول ہیں اور بس۔

قدما مفسرین نے اس آیہ کی تفسیر میں صدہا صفحہ رنگ دسئے ہیں لیکن یہ کل بزرگان دین اصل مطلب اور اہم تر مسائل آیۂ مذکورہ تک نہیں پہونچے کسی عالم نے تو اسپر دریا بہادیا ہی کہ آیا یہ ممکن بھی ہی اور اگر ہی تو صرف ذی روح کے تسبیح پر زور دیا گیا ہی اور غیر ذی روح کے متعلق صرف قدرت الٰہی کیطرف رجوع کرکے قلم روک لیا ہی۔ بعض مفسرین نے جن کے جز لکھے ہیں اور اسپر بحث کی ہی کہ بنی نوع کو ذی روح کی تسبیح کے ادراک کے کیا کیا ذرایع ہیں اور بعض نے عجیب و غریب دلائل روح کے بقا کے پیش کرکے تسبیح کے مسئلہ کو بالکل نا تمام چھوڑا ہی چند کم رتبہ مفسرین نے اپنے کل دلائل کو اعتقاد کے سانچے میں ڈھال کر نہایت عام فہم کر دکھایا ہی۔ نہایت ہی قلیل جماعت علماء سابق نے روح کے مسئلہ کو عمدہ طریقہ اور عالمانہ تحقیق سے لکھا ہی اور طول طویل بحث اس آیہ کے متعلق کیا ہی جسکا نتیجہ صرف اسیقدر نکلتا ہی کہ انسان کو دیگر ذی روح کی تسبیح کا ادراک محال نہیں ہی البتہ دشوار ہی۔ اس سلسلہ میں سرسید احمد خاں کا نام ہمارے اکثر احباب کو ناپسندیدہ ہوگا لیکن ہم کو صرف اسی قدر کہنا ہی کہ اس زبردست مصنف نے جواب تہ خاک ہوچکا ہی اپنی ایک نایاب کتاب میں اسی آیہ پر عقلی دلائل پیش کئے ہیں اور ایک موقعہ پر سائنس کا ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "کائنات کا سلسلہ بھی عجیب ہی نیچر (یعنی خداوند عالم) نے ہر شئے میں ایک ایسی روح پھونک رکھی ہی جسے فنا نہیں اور اسی کو اس (خداوند جلیل) نے تسبیح فرمایا ہی ورنہ واقعہ سے اسکو کوئی تعلق نہیں ہے" میں اس اصول کے آخر فقرہ سے متفق نہیں ہوں اور انشاء اللہ نتیجہ پر پہونچکر یہ واضح ہوجاویگا کہ اسکو بالکل واقعہ سے تعلق ہے۔

حال کے مفسرین نے بھی صرف ایک پہلو پر اس آیۃ کے بحث کی ہے اور جو سہل تر ہے اور وہ بھی اجتہادی طریقہ سے۔ ان حضرات نے ذی الروح کی تسبیح کو اپنی ہی اصطلاح میں تسبیح قرار دے لیا ہے اور کوئی پرندہ انکی نظر میں حق سرہٗ کا نعرہ بلند کرتا ہے کوئی کو کو کی صدا سے اسی خالق کو دوسرے الفاظ میں یاد کرتا ہے کوئی اسکی مدح میں نغمہ سرائی کرتا ہے کوئی اس آیہ کی تلاوت میں یوں مشغول ہے کہ

صبح کو طائران خوش الحان پڑھتے ہیں "کل من علیہا فان"

لیکن یہ سب قیاسی امور ہیں کوئی آواز پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچ سکتی ہے۔ اسی قیاسی بنا پر ایک جدید مفسر نے جسکی تفسیر کسیقدر مقبولیت عام کا درجہ رکھتی ہے ستاروں کی چمک بادلوں کی اجتماع بجلی کی کڑک وغیرہ وغیرہ آثار فلکی کو تسبیح قرار دیا ہے۔ اور وہ دلائل عقلی میرے خیال میں کسی محقق کی نظر میں قابل قدر نہیں کہے جا سکتے۔ حال کا واقعہ ہے کہ مجھ سے ایک فرنگی محل کے (لکھنو) حنفی عالم سے زیارت کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے مجھ سے قرآن شریف کے متعلق چند سوال کئے اثنار گفتگو میں میں نے ممدوح سے اس آیہ کے مطلب بحیثیت ایک طالبعلم کے دریافت کیا۔ اس پر بڑی ردوقدح مولانا نے دیگر علما کی فرمائی اور مجھے انھیں تمثیلوں سے اپنا معتقد کرنا چاہا جنکو اوپر گذارش کر چکا ہوں میں نے انکے جواب میں عرض کیا کہ اگر آپ مجھے اسکا ثبوت دیدیں کہ ریل گاڑی اللہ اکبر کا نعرہ نہیں بلند کرتی ہے اور کوئی اور لفظ سے اس خالق حقیقی کو یاد کرتی ہے تو میں آپ کے ان کل ایسے قیاسی دلائل کو صحیح مانکر اس آیہ کو سمجھ جاؤنگا۔ اس پر مولانا بہت بر افروختہ ہوے اور . . . .

یہ ظاہر ہے کہ گھڑی کی آواز پر اعتقاد کرنا ہر شخص کا حسن ظن ہے یا منطق کا چمکتا ہوا روغن چڑھا کر اسکو حقیقی عبادت دکھا دینا ان خاص طبیعتوں کی

تیری ہے لیکن یہ کسی ذی فہم کو درجہ قبولیت پر مجبور نہیں کر سکتی البتہ ایسی سینہ زوری کمزور طبیعت کو اپنا مطیع کریگی۔

اوپر کے بیان سے معلوم ہوگا کہ اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ اول اصول سے درست نہ تھا۔ اس آیۃ کے صریح دو بڑے حصّے قابل غور ہیں۔ ایک تو وہ حصّہ مخلوق جسکو ہم لوگ اپنی اصطلاح میں ذی روح سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسرا حصہ غیر ذی روح۔ قیاس جب تک کہ کسی دلیل کا ماخذ نہ ہو وہ بذاتہ کوئی شئ نہیں ہے۔ اس بنا پر حصّہ اول کے متعلق زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ یہ مسلم ہے کہ وہ کل مخلوق جنھیں نقل و حرکت کی طاقت خداوند عالم نے عطا فرمائی ہے اور جسکا مشاہدہ عام طور سے قوت بشری کر تی ہے ان میں لطیف جوہر موجود ہے جسکو ہم روح کہتے ہیں اور چونکہ یہ علت اسکی واقع ہوئی ہے کہ وہ عبادت باری میں مشغول رہے اسلئے یہ بہت قرین قیاس ہے کہ کل ذی روح اسکی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہے اور بس۔ یہ بھی واضح رہے کہ ہم کو ہر موقعہ پر اعتقاد سے مفر نہیں ہو سکتا اسلئے کہ ہم مسلمان ہو کر اس پر ضرور ایمان رکھتے ہیں کہ یہ آیہ کلام باری ہے۔ قطع نظر اسکے حکماء یورپ بھی اسکے قایل ہوتے جاتے ہیں کہ خداوند عالم نے ضرور ہر شئ کو عبادت کے لئے خلق فرمایا ہے اور **ڈالدمن** کی یادگار اب صرف ایک ٹوٹا سا مقبرہ باقی رہ گیا ہے۔ عظیم الشان حصّہ جو اس آیہ کا ہے وہ غیر ذی روح کی تسبیح ہے۔ اس حصہ میں ظاہرا تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکا لقب درست دیا گیا ہے لیکن حقیقت میں خداوند عالم نے کوئی شئے ایسی خلق نہیں فرمائی ہے جسکو ہم درست طور سے غیر ذی روح سے یاد کر سکیں اب اس دعوے کے ثبوت کے لئے تھوڑے انتظار کی ضرورت ہوگی۔

اس مقام پر پہونچکر یہ لازم آتا ہے کہ پہلے روح کی حقیقت بیان کیجاوے اور مختلف مذہب پر تفصیل سے بحث کیجاوے لیکن یہ بہت طول ہوگا اور شاید ہمارے نئے ناظرین اسکے متحمل نہ ہوں اسلئے میں اسکو قلم انداز کرتا

ہوں اور ایک مجمل طریقہ سے اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔

روح

روح کے متعلق حکماء قدیم میں بہت اختلاف ہے اور ان میں دو فرقے پیدا ہو گئے ایک **طبعین** ہیں جن میں **جالینوس** و **فیثاغورس** وغیرہ شامل ہیں اور جنکا یہ مذہب ہے کہ روح خود کوئی جداگانہ شے نہیں ہے بلکہ مختلف ترکیب عناصر ہے جو ایک خاص مزاج پیدا کرتے ہیں اور جنکے اثر سے مختلف صورتیں اور حرکات وقوع میں آتے ہیں اسیکا نام روح ہے۔ چنانچہ ارسطو **اثولوجیا** میں لکھتا ہے (مطبوعہ یورپ صفحہ ۴۰)

"فان اصحاب فیثاغورس وصفوا النفس فقالوا انھا ایتلاف الاجرام کالایتلاف الکائن فی اوتار العود" (فیثاغورس کے پیرو اس بات کے قایل ہیں کہ روح ترکیب عناصر کو کہتے ہیں جو مثل عود (باجے کا نام ہے) کے تاروں کی طرح سے ہے) - باقی آیندہ - معدوم ہستی نما

سید محمد نونہروی۔

سائنس۔ جون ۱۹۰۶ء میں امریکہ کے ایک فلسفی نے برقی قوت سے پانی کے صاف کرنیکا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ اسکے امتحان ہوئے اور اس طریقہ کو پوری کامیابی ہوئی۔ امید ہے کہ سرکار ہند بہت جلد اس جدید طریقہ کو عمل میں لاکر رعایا ہند کی جسمانی صحت میں ترقی دیگی۔

برلن کا دوسری اگست ۱۹۰۶ء کا تار ہے۔ کہ پروفیسر کودن (جرمن کا باشندہ) نے اپنی کوشش میں پوری کامیابی حاصل کی۔ اسکی کوشش مدت سے تھی کہ تار برقی کے ذریعہ سے تصویر (عکسی) کھینچے چنانچہ ۲ اگست ۱۹۰۶ء کو میونیخ میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر شہنشاہ جرمن کی تصویر بجنسہ بذریعہ تار برقی چند منٹ میں اوتار لیگئی اور ۰۰۰ میل کے فاصلہ تک کوئی دشواری معلوم نہیں ہوتی ہے

سید محمد نونہروی

اصلاح کی پالیسی

رسالہ اصلاح کے متعلق مختلف طور پر مختلف خیالات اور وضع کے لوگوں نے بحثیں کی ہیں۔ بنا اس رسالہ کی شروع سے اس امر پر رکھی گئی تھی کہ اہل اسلام میں جو بدقسمتی سے دینی اور دنیاوی کمزوریاں اور نقائص پیدا ہو گئے ہیں انکی اور نیز قوم کی عام سوشیل اور اخلاقی امور میں درستی اور اصلاح کیجاوے یہ ظاہر ہے کہ مجرد اصلاح دنیاوی امور میں بدرجہ کامل نہیں ہو سکتی جب تک کہ روحانی اصلاح اُسکے ساتھ کافی طور پر نہ ہو کہ مذہب اسلام اصلاح روحانی اور جسمانی دونوں کے لئے آیا ہے اور دونوں میں اعتدالی ترقی اور اصلاح کی ضرورت ہے۔

رسالہ اصلاح نے اس نہایت ضروری اور مہتم بالشان کام کا بیڑا اٹھایا اور جہانتک اُس سے ہو سکا اپنی امکانی خدمت میں کوئی دقیقہ اُسنے فروگذاشت نہیں کیا۔ اوّل اوّل اس رسالہ سے مسلمانوں کے ہر دو فریق شیعہ اور سنی کے وہ افراد جو اپنے آپکو بادی النظر میں معتدل اور صلح کل ظاہر کرنا پسند کرتے ہیں بہت خوش رہے اور کبھی کسی نے اُسکی شکایت نہیں کی۔ لیکن اصلاح جس غرض اور غایت کے لئے وجود میں آیا تھا اُن مقاصد کی انجام دہی میں اُسکو سعی اور مناسب عمل کرنا ناگزیر تھا۔ اُسنے جب یہ دیکھا کہ اکثر مفسد اور فتنہ پرداز انسان اور نفاق کے معلم حقیقی اسلام کے نورانی چہرہ کو بیجا الزامات اور ہفوات کے گرد وغبار سے آلودہ کرنا چاہتے ہیں، تب بلا خیال لومۃ لائم کے علانیہ اپنی توجہ کو اُن کے انسداد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف پھیرا۔

یہی اُسکا ایسا گناہ کبیرہ تھا کہ ہمارے معتدل اور صلح پسند حضرات اُسکے مخالف بنگئے۔ بعض صاحبوں نے تو یہ رائے دی کہ اصلاح کا بالکل بند ہو جانا ہی بہتر ہے۔ بعض کی یہ رائے ہوئی کہ مخالفین کے الزاموں اور حملوں اور اسلام کی توہین اور تذلیل کو سرد مہری کے ساتھ سن لیا جاوے۔

اسلام آنکھوں کے سامنے ذبح ہو اور اصلاح خاموش بیٹھا ہوا دیکھتا رہے۔ مسلمان اپنے پاک عقیدہ سے برگشتہ ہو کر ضلالت اور گمراہی کے عمیق گڑھے میں گرتے جاویں اور وہ راہبر اصلاح حسرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے انکی واجب الرحم حالت زار پر کلمۂ افسوس تک زبان سے نہ نکالے۔

دوسری طرف قوم و مذہب کے سچے فدائی اور ہمدرد اس بات کی دل سے تمنا رکھتے ہیں کہ وہ شریعت بیضا اور ملت حقہ جسکو انکے اسلاف قدسیہ نے انتہائی مظالم اور صعوبتیں جھیلنے پر بھی اُسکے حقیقی تحفظ اور نگہداشت سے منہ نہیں موڑا اور اپنی عزیز جانیں تک اُس پر نثار کرنا گوارہ کرلیں وہ اب اس زمانۂ آزادی اور امن میں جبکہ تقیہ کی بیڑیاں اُسکے پاؤں سے نکل چکی ہیں معراج ترقی پر فائز ہو کر محسود خلائق ہو۔ وہ ہمدرد پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ایسا اہم اور سخت ذمہ واری کا کام اصلاح کے ذریعہ سے یقینی طور پر انجام پا سکتا ہے اور اصلاح کو یہ تمام قومی اور ملی اور دینی خدمتیں اپنے ذمہ لینا چاہئیں۔

اصلاح پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اُس میں عامیانہ اور اشتعال آمیز تحریریں کچھ عرصہ سے نکلنے لگی ہیں اور بعض اوقات باہم شیعہ و سنی کے مخاصمت اور منافرت کی ہدایت کیجاتی ہے ایک خوش فہم نو تعلیم یافتہ بزرگ جو اپنے آپکو کل قوم کا لیڈر اور ریفارمر بلکہ مجتہد العصر منوانے کی فکر میں غلطاں اور پیچاں رہتے ہیں ایسے قومی اور مذہبی رسالوں کی نسبت یہ رائے دیتے ہیں کہ انکا اصلی مقصد یہ ہے کہ وہ مذہب کی آڑ میں ایک گہری پولیٹیکل چال سے کام لیکر اول اول مذہب کے نام سے شیعوں کو سنیوں سے علیحدہ کرلیویں اور انجام کار اس اشتعال کو ترقی دیکر انکو کانگرس سے ملاویں۔

وہی مجتہد العصر ایک دوسرے موقع پر جہاں انکا روئے سخن بالخصوص اصلاح کیطرف پایا جاتا ہے اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ فحش مضامین دوسروں کی کتب فقہ سے نکالکر مناظرہ کے نام سے شائع کیے جاتے ہیں۔

عصر جدید کے ایک لائق مضمون نگار اصلاح پر ریویو کرتے ہوئے

اُسکے تنزل اور انحطاط کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ اُسکا طرز تحریر معتدل اور عام پسند نہیں ہو بلکہ عامیانہ اور نفرت انگیز ہی۔ غرض صلح پسندی کے نمائشی حامیوں نے اصلاح کی موجودہ پالیسی کو ملک کے تباہ کن اور تفرقہ انداز اخبار و رسائل کا ہم پلہ اور ہم اثر قرار دیا ہی۔

ایسے متضاد خیالات کے ہوتے ہوئے جو سادہ لوح اور زود اعتقاد مسلمانوں ہیں اس اکیلے مذہبی اور قومی میگزین کے مختلف مفہوم پیدا کرنیکا اندیشہ دلاتے ہیں، رفع اشتباہ اور اُسکے حسن و قبح کی تشخیص کے لیے میں اس رسالہ کے اصلی اور واقعی حالت پر ایک سرسری نظر ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں اسی ذیل میں میں یہ بھی دکھاؤنگا کہ معترضین کی نکتہ چینیاں کس حد تک صحیح ہیں۔ مفروضہ عیوب و نقائص بصورت موجود ہونے کے کیونکر دور کئے جا سکتے ہیں اور آخر یہ کہ اگر قوم کی دینی اور دنیاوی ضرورتیں بغیر اسکے بوجہ احسن پوری نہیں ہو سکتی ہیں تو اُسکے بقا اور استحکام کے لئے کیا تدابیر اختیار کرنا چاہئیں۔

جس سال سے اس قومی صحیفہ کی ولادت ہوئی ہی جو غالباً ۱۳۱۵ ہجری تھا میں کہہ سکتا ہوں کہ اُسی سال سے برابر اُسکے پرچوں کو بالاستیعاب اور بالالتزام دیکھنے کی مجکو عزت حاصل ہوتی رہتی ہی۔ اور جہانتک معلوم ہوا اُسکا اصلی مقصد شروع سے حمایت اسلام اور نصیحت مسلمین،، ہی جسکی اہمیت اور شدید ضرورت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اگر مذہبی تحقیقات جسکی بنا علم کلام پر ہی اور جسپر اصلاح میں زیادہ زور دیا جاتا ہی داخل اُس بدتہذیبی کے ہی جسکو ہمارے صلح پسند حضرات نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو میری سمجھ میں یہ سخت غلطی ایسے معترضوں کی ہی۔ یہ کہا جاتا ہی کہ مضامین مناظرہ اور کلام کا شائع ہونا دوسرے فرقوں کی ناراضی کا باعث ہوتا ہی۔ لیکن افسوس ہی کہ مناظرہ اور کلام کو ہم معنی مفسدہ کا قرار دیا گیا ہی۔ مسلمانوں کے عقائد اور خیالات، عادات اور فضائل

عبادات اور معاملات کی اصلاح میں ایک مصلح ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ اپنے قول کو قرآن و سنت سے سچا اور مدلل کر کے نہ دکھاوے۔ اگر ایسی ہدایت کو سنکر مسلمان کانوں میں انگلیاں دے لیں تو یہ خود انہیں کی شومی قسمت اور تقصیر کا سبب ہوگا کہ وہ مذہبی علمی تحقیقات اور دلائل سے اس درجہ متنفر ہیں حالانکہ ہر مسئلہ کی حقیت اور عدم حقیت کا معیار آیہ قرآنی "قل ہاتو برہانکم ان کنتم صادقین" کے رو سے دلائل اور براہین پر رکھا گیا ہے۔ اگر وہ صلح پسند یہ چاہتے ہیں کہ اصلاح محض انکی ناراضی کے خوف سے ناواجب تالیف قلوب کے لئے دانستہ انکی غلطی اور کجروی دیکھکر انکی اندرونی اور بیرونی اصلاح سے چشم پوشی کر لے اور کلمہ حق اپنی زبان پر نہ لاوے تو نہایت قابل افسوس امر ہے۔ حق ضرور کڑوا ہوتا ہے اور ایک سچا محسن اور مصلح بغیر کسی اشد موانع کے اعلاء کلمۃ اللہ سے باز نہیں آسکتا۔

رہا یہ امر کہ ایسا لہجہ اور طریقہ تحریر اختیار نہ کیا جاوے جو باعث ناخوشی دیگر فرق اسلامیہ کا ہو میں کہتا ہوں کہ جو طبائع اپنے آبائی عقائد یا خیالات کے خلاف کوئی بات سننا پسند نہیں کرتی ہیں وہ کسی حالت میں ایسے مضامین سے خوش نہیں رہ سکتیں جنمیں انکے ان پیشینی اور آبائی خیالات کی تردید ہوتی ہو جسمیں انھوں نے نشو و نما پائی ہو اور جنسے انکو قلباً محبت ہو جاہے وہ کیسے ہی ملائم اور متین پیرایہ میں کیوں نہ ہوں ہر شخص اسکا تجربہ کر سکتا ہے۔

باانیہمہ میں نے جہانتک مجلدات اصلاح کا مطالعہ کیا آجتک کوئی ایسی تحریر ذی علم اڈیٹر کے قلم سے نکلی ہوئی میری نظر سے نہیں گذری جسپر خلاف واقع اور عامیانہ یا بیجا اشتعال انگیز کا اطلاق ہو سکتا ہو بلکہ ہر شخص ان مضامین کو دیکھکر بے تامل یہ کہسکتا ہے کہ اصلاح نے اس دس برس کے عرصہ میں قوم کی جیسی بے لوث اور سچی خدمت کی ہے اور مسلمانونکی دینی اور دنیاوی

بہبود کے لئے جیسے بے مثل اور عالمانہ محققانہ مضامین سے بدترین اطوار اور اخلاق وخیالات کے چھوڑانے اور دین حق کی تبلیغ بطریق احسن کرنے کے لئے ہمدردانہ جد وجہد کی ہے اور ایک عالم اُس سے مستفیض ہو رہا ہے اُسکی نظیر ہندوستان کے کسی اسلامی رسالہ یا اخبار میں ڈھونڈھے سے نہیں مل سکتی۔ اُن سچی اور خالص خدمتوں کی ناقدری میرے نزدیک کفرانِ نعمت ہے۔

اسی کے ساتھ میں اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ دو تین سال سے جب سے کہ بعض اشرارِ امت نے ائمۂ اطہار کی نسبت علانیہ کلمات ناسزا و فحش لکھنا شروع کئے ہیں اور اُن برگزیدہ خاصانِ خدا پر جھوٹے اتہامات اور حملوں کے ذریعہ سے عوام کو صراطِ مستقیم سے بہکانے اور اسلامی دنیا میں ضلالت و گمراہی پھیلانے کا ارادہ کیا ہے اُسی عرصہ سے اصلاح میں بیشک اُن حملوں کے اندفاع اور اظہارِ حقیقت اور ضعفائے امت کے تحفظ کے لئے ایسے مضامین بھی شائع ہوئے ہیں جنکا لہجہ اور طرزِ تحریر باقتضائے بشریت اصلاح کی پالیسی کے فی الجملہ خلاف ہو گیا ہے اگرچہ اکثر اُن میں سے دوسرے مضامین نگاروں کے ہیں اور اڈیٹر کا اُنسے کچھ تعلق نہیں ہے۔

اُن مضامین نگاروں کو نہایت صبر و تحمل کے ساتھ جواب لکھنا چاہئے تھا یہ ضرور ہے کہ ابتدا ایسی تحریر ونکی اصلاح کی طرف سے نہیں ہوئی اور بانی اور محرک اُن تحریروں کے بے شبہ وہ مفسدہ پرداز نواصب ہیں جو سنیوں کے بھیس میں بزدلانہ اور منافقانہ حملے کر رہے ہیں اور اُنکا اندفاع بھی ایسی حالت میں جبکہ عام طور پر عوام میں غلط فہمی اور سوءِ اعتقادی اور اشتعال پھیلنے کا اندیشہ ہو نہایت ضروری بلکہ میرے خیال میں حدِ وجوب سے بھی متجاوز ہے۔ لیکن یکطرفہ فیصلہ کرنا ہمارے ہمدردونکا میں ضرور کہونگا کہ دانائی اور عاقبت اندیشی کے بالکل خلاف ہے۔ کوئی مرض خارجی علاجوں سے زائل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اولاً اسکے اصلی اسباب اور علل کا کافی طور پر استیصال نہ کیا جاوے۔ اگر مہذب تعلیم یافتہ

حضرات یہ خواہش کرتے ہیں کہ کسی دوسرے فرقہ اسلام کے مذہبی عقائد اور خیالات پر کوئی حملہ نہ کیا جاوے تو یہ بدون اسکے نہیں ہو سکتا کہ سب سے پہلے روک تھام فرقہ مخالف کے اُن اشتعال آمیز حملوں کی کیجاوے جو درحقیقت اصلاح کو مجبور کر کے اُسکی روش کو کلوخ انداز را پاداش سنگ است کا مصداق بنا رہے ہیں۔

کیا اصلاح کا بالکل سکوت کرنا درانحالیکہ صاحبان تطہیر اور اُنکے پاک مذہب پر چاروںطرف سے اعتراضوں اور حملوں کی بوچھار اور بھرمار ہو رہی ہو یہ نتیجہ پیدا نہ کریگا کہ وہ ناواقف لوگ جو تعلیم کی اُس حد تک نہیں پہونچے ہیں، نواصب کے مفتریانہ اور گمراہ کن پھندوں میں پھنس کر شاہراہ ہدایت سے بھٹک جاوینگے؟ میں نہایت افسوس سے دیکھتا ہوں کہ اصلاح کی حالت بالکل اس شعر کے حسب حال ہی

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است   وگر خاموش بنشینم گناہ است

یہ ناصبیت اور عداوت اہل بیت رسول کی جو مسلمانوں میں بڑھتی جاتی ہو اور جسکے بانی مبانی دو مفسد خارجیت انگیز اخبار لکھنؤ اور دہلی کے ہیں، اگر ابھی سے اُسپر توجہ نہ کی گئی تو اُسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دونو فرقوں شیعہ و سنی میں علانیہ جنگ و جدال اور مذموم جوش پھیل کر ایک دوسرے کا دشمن جانی ہو جاویگا اور آخر کار تمدنی اور معاشرتی معاملات میں وہ بھاری رخنہ پڑیگا جسکی روک تھام فریقین کے لیڈروں کے قابو اور اختیار سے باہر ہوگی۔

کیا جدید تعلیم یافتہ حضرات اہل سنت میں، یا علی گڈھ کے ڈپلومہ یافتہ صلح کل کے شیدائیوں میں، یا ندوۃ العلما کے اتحاد و اتفاق پکارنے والے قوم کے فدائیوں میں، یا فرنگی محل کے نیک نفس عالموں اور سچی محبت کا دم بھرنیوالوں اور اتباع ثقلین کا سچا دعوےٰ کرنیوالوں میں کوئی ذی ہوش اور بصیرت رکھنے والا ایسا نہیں ہو کہ وہ اُن گندہ دہن اخباروں کی بدزبانیوں اور خارجیانہ سب و شتم کو روکے اور اپنے محب اہل بیت ہونیکا ایک ادنےٰ ثبوت دکھاوے؟ کیا ؟؟

قیامت خیز بات نہیں ہے کہ جس پیغمبر کی کلمہ گوئی پر یہ مسلمان فخر کرتے ہیں جسکی شفاعت کے بھروسہ پر نجات ابدی کے امیدوار ہیں، اُسی رحمۃ للعالمین کے اہلبیت عصمت و طہارت کی شان میں علی الاعلان فحش اور ناسزا الفاظ استعمال کریں!!!

ہمارے مشفق ناصح اس بات کو یاد رکھیں کہ اگر واقعی وہ ان مفسدات کے دور کرنے پر کمربستہ ہیں تو محض اصلاح کو زجر و توبیخ کرنا کوئی نتیجہ پیدا نہیں کریگا جب تک اسلام پر حملے ہوتے رہینگے اصلاح اُنکے دفعیہ پر مجبور رہیگا۔ البتہ اس روک تھام کی یہ ضرورت ہے کہ اس کام کیلئے ایک علحدہ باقاعدہ کمیٹی خاص شہر لکھنو میں دونو فریق کے معزز اور با اثر علما اور عقلا کی شرکت سے قرار دیجاے اور اُنکی متفقہ کوشش سے اولاً ایسے مفسدات کی بنا ڈالنے والے اخباروں کی خبر لیجاوے اور اُنکے انسداد کا قرار واقعی انتظام عمل میں آوے۔ اِس انتظام کے بعد میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اصلاح خود بخود جیب ہوجاویگا اور پھر کوئی مضمون اُس میں آپ ایسا نہ پائینگے جو کسی فریق کی دل آزاری کا باعث ہو۔ درستر کسی شیعہ اخبار میں اگر کوئی اشتعال آمیز تحریر شائع ہوگی تو اُسکے بند کرنے کے لئے اُس مجوزہ کمیٹی کو مداخلت کا پورا پورا حق حاصل ہوگا۔ اگر وہ مدعیان اصلاح قوم کے سچے بہی خواہ ہیں تو اس کمیٹی کی تجویز اور انعقاد کی فکر کریں اور جلد کریں کہ یہ شورش انگیز فتنے فرو ہوں۔

میں اصلاح کے لائق مضمون نگاروں کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ اسقدر کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ آپکو تو مذہب اہلبیت کا نمونہ بنکر پبلک اسٹیج پر آنا چاہئے کیا سیرتیں ائمہ اہلبیت کی آپکے پیش نظر نہیں ہیں کہ ایسے پُرخطر وقت میں جبکہ اسلام معرض زوال میں آکر عدم آباد کو رخصت ہونیوالا تھا باوجود کافی قدرت اور طاقت ہونے کے اُن حقیقی وارثان نبوت نے اُسکے احیا و تحفظ کیلئے کیا تدابیر اختیار کیں؟ کیا یہی دلشکن اور دل آزار طریقہ تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ اور کچھ نہ تھا مگر اخلاق محمدی کا اتباع اور مصلحت وقت پر عمل۔

حم حالانکہ بجز جواب اب بھی کوئی کلمہ نہیں ہوتا۔

وہی مصلحت وقت کہ جب تک ابتدا سے اسلام میں کافی قوت مسلمانوں کی پیدا نہ ہو گئی "لکم دینکم ولی دین" پر عمل ہوتا رہا اور جہاد کا حکم نہ آیا۔ وہی اخلاق محمدی جنھوں نے پتھر سے پتھر دلوں کو بھی مقناطیسی اثر سے اپنی طرف کھینچ لیا اور عرب کی سی سرکش اور جاہل قوم جو آجتک کسی کے قابو میں نہ آئی تھی تو بنی ہاشمی کے اخلاق حسنہ اور عادات حمیدہ پر قربان ہو گئی۔ پس ہمکو اسی سرچشمہ علم و اخلاق سے سبق لینا چاہیئے۔

وہ ذیعلم مضمون نگار جو ایسے برگزیدہ مقدسین کے متبع اور پیرو ہونے کی عزت رکھتے ہیں اگر مضمون لکھتے وقت عنان صبر و اختیار کو ہاتھ سے نہ دیں اور تحریر جواب میں صرف اصلی واقعات اور دلائل سے بغیر کسی طنز یا دلشکن الفاظ کے کام لیں تو مطلب اس سے بھی حاصل ہو سکتا ہے بلکہ وہ طریقہ ایسا نتیجہ خیز اور موثر ہوگا کہ انصاف پسند اہل سنت ضرور اُس سے کچھ نہ کچھ استفادہ حاصل کرینگے اور عوام اہل سنت کو اُن مہذبانہ محققانہ مضامین سے ظاہر بظاہر مشتعل ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔

مناظرہ اور علم کلام کا جو بطریق احسن ہو دونوں فریق کے تعلیم یافتہ اور مہذب حضرات میں بظاہر کوئی مخالف نہیں معلوم ہوتا۔ گفتگو تو صرف اس میں ہے کہ عامیانہ اور اشتعال آمیز تحریروں کا واقعی سد باب کیا جاوے یہ استدعا شیعہ تعلیم یافتہ حضرات کی بالخصوص رسالہ اصلاح سے صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ اُسکو اپنی قوم کا ایک نہایت مقتدر اور قابل قدر پرچہ سمجھتے ہیں اور یہ امر اُنکو نہایت شاق گذرتا ہے کہ ایسے مسلم الثبوت عالمانہ پرچہ میں کوئی مضمون خلاف اُسکی شان اور وقعت کے شائع ہو جس سے لوگوں کی نظر میں اُسکی بے وقعتی پیدا ہو جاوے۔

البتہ مسایل فقہ کا کسی فریق کے واجب التعظیم اور مستند کتابوں سے نقل کرنا جو بغرض تنقید اور تحقیق کسی مسئلہ فقہ کے ہو غیر مشروع یا خلاف

تہذیب نہیں ہو سکتا۔ جو مسائل کسی فریق کی مسلمہ کتابوں میں سے بجنسہ لیکر استدلالاً تحریر کئے جاویں اُنسے وہ فریق ناخوش اور بیزار اُسی وقت ہو سکتا ہے یا اُنکو فحش اُسی حالت میں کہہ سکتا ہے جبکہ وہ اپنی مسلمہ کتابوں اور اپنے علما و مجتہدین کے فتاوے کو فحش قرار دیکر اُنسے دست بردار ہو جاوے اسلئے یہ اعتراض اصلاح پر اُن معترضین کی ناواقفیت کے سبب سے ہے جو اصول علم کلام سے کچھ بہرہ نہیں رکھتے ہیں۔

میں اُن بیدار مغز خوش فہموں کی اس رائے سے کبھی متفق نہیں ہو سکتا ہوں جنھوں نے اپنے ذاتی اجتہاد سے سچائی کے خلاف ایسے مذہبی رسائل پر ایک سخت اور بے بنیاد الزام ناواقفوں میں ایک سخت غلط فہمی پیدا کرنے کی نیت سے لگایا ہے۔ مجھے اسوقت صرف اصلاح کی پالیسی اور مضامین سے بحث ہے اور اُسی اعتبار سے اُسکی حقیقی مفہوم کو دریافت کرنے کے بعد میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اصلاح کا ہرگز یہ مقصود نہیں ہے کہ فرقہ اہل سنت سے شیعوں کو علحدہ کرنے اور باہم دونوں کے جائز تعلقات قطع کرنے اور نا اتفاقی اور مخاصمت اور عناد پیدا کرنے کی ہدایت کیجاوے۔ اور ہنود اور آریہ سماجیوں کے ساتھ ناواجب منہ اسم بڑھائے جاویں۔ البتہ اُن کھلے ہوئے نواصب اور خوارج سے جو دہلی اور لکھنؤ اور امرت سر کے بعض یزیدی مفسدوں کے نام لیوا ہیں اور جنکو حضرات اہل سنت خود عام طور پر نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اُنکو دشمن اہل بیت پیغمبر کا بتلاتے ہیں، بیشک علحدگی اور بیزاری اور منافرت کی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ درحقیقت علانیہ عداوت اہل بیت پیغمبر کی وجہ سے حقیقی اسلام کی مخالفت اور بیخ کنی میں آریہ سماجیوں سے بھی زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔

اُن ایسے منافقین امت سے شیعوں یا دوسرے خالص سنیونکو علحدہ کرنے کی کوشش مانع اور منافی اُس اتحاد شیعہ وسنی کی نہیں ہو سکتی جو شرع

سے اس وقت تک چلا آتا ہے کہ خود حضرات اہل سنت اُن لوگوں سے جو علی مرتضیٰ اور دیگر اہل بیت پیغمبر (علیہم الصلوۃ والسلام) کی اہانت اور تذلیل کے درپے ہیں متنفر اور بیزار ہیں اور اُنکو اہل سنت والجماعت میں شامل نہیں کرتے ہیں۔

علمائے شیعہ اس قسم کی نہ ہدایت کر سکتے ہیں اور نہ کسی ایسے بیجا اشتعال دلانے والے کے حامی ہو سکتے ہیں جب کہ وہ خود لااخوۃ بین المومنین والکافرون کے عامل اور ہادی ہیں دیگر فرق اسلامیہ سے میل اور محبت کو چھوڑ کر ہنود اور کانگریسی لیڈروں کے ساتھ برادرانہ میل جول اور اختلاط نہیں ہو سکتا ہے تاوقتیکہ خدا کے کھلے ہوئے حکم سے سرتابی کرنے پر آمادگی نہ کر لیجاوے۔ غیر فرقہ شیعہ اگر ایسا کرے تو بنظر اُسکے مذہبی اصول کے یہ امر قابل تعجب نہیں ہو سکتا مگر وہ فرقہ جو تمام تر ماکولات اور مشروبات میں اپنے ہی اسلامی بھائیوں سے لین دین کو ضروری سمجھتا ہو اور غیر مسلمانوں سے ایسے امور میں علحدگی سے مذہباً مجبور ہو ہرگز ایسی جرأت خلاف فتاوے اپنے علمائے ومجتہدین کے نہیں کر سکتا۔

ایسی ہی یہ کوشش بھی بعض ہوا خواہوں کی قابل مضحکہ ہے کہ گورنمنٹ کو ان مذہبی رسائل اور شیعہ کمیونٹی سے بدظن کیا جاوے۔

برٹش گورنمنٹ کی جیسی کامل اطاعت اور فرمانبرداری طوعاً وکرہاً نہیں بلکہ سچے دل سے جیسی اصلاح کو یا اُسکے ہم مذہب اور ہم خیالوں کو ہونی چاہئے وہ محتاج کسی ثبوت کی نہیں ہے۔ کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جو انتہائے شدائد اور مظالم کسی متعصب سلطان جور کے ہاتھوں اٹھانے کے بعد کسی معدلت پسند اور رعایا پرور فرماں روا کے پُرامن دامن میں پناہ لیکر اور اُسکے لاانتہا فیوض واحسانات اور غیر متناہی اشفاق اور الطاف سے متمتع اور مستفیض ہو کر اپنے اُس شفیق محسن کی اطاعت اور وفاداری سے کسی وقت میں پھر گیا ہو ہے لاحول ولاقوۃ۔ کوئی بدنصیب سے بدنصیب اور اجہل سے اجہل انسان بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

فرقۂ شیعہ کی حالت کیا بلحاظ اُسکی گذشتہ ہسٹری کے اور کیا باعتبار اُسکے
مذہبی عقائد اور اصول کے ہر شخص بتلا سکتا ہے کہ سلطنت برطانیہ کے ساتھ
اُنکے وفادارانہ خیالات نمایشی نہیں بلکہ حقیقی ہیں۔

اصلاح پر یہ صریح بہتان ہے کہ وہ مذہب کی آڑ میں کسی پولیٹکل چال سے
کام لے رہا ہے جسکے یقین کرنے کے لئے کوئی ثبوت نہیں ہے اور وہ اتہام لگانے
والے درحقیقت نفسانیت اور اپنی ذاتی شہرت اور ناموری کے خیال سے
ایک قومی اور مقتدر میگزین کی عزت اور وجاہت کم کرتے اور اپنی بے سود
کارگذاریونکے فروغ دینے کے لئے اپنی لغویانہ آواز کو قوم پر غالب کیا چاہتے
ہیں لیکن وہ خوب یاد رکھیں کہ اُنکی ایسی نفرت انگیز اور ناواجب کوششوں
سے بجاے اسکے کہ اصلاح پر اُنکے حسب لخواہ کچھ اثر پڑے یا اُسکی وقعت
اور اشاعت کم ہو کر اعلاء کلمۃ اللہ میں کچھ فرق آوے۔ خود اُنھیں کو قوم ایک
بہکانیوالا اور خطرناک پولیٹشن سمجھنے لگے گی اور اُنکے تفرقہ انداز تخیلات
کی کساد بازاری بہت جلد ہو جاویگی۔

اُن معترضین کی مجتہدانہ نکتہ چینیوں اور الزاموں پر نظر کرنے کے بعد میں نہایت
ادب کے ساتھ شیعہ پبلک میں عموماً اور فاضل اڈیٹر **اصلاح** کی خدمت
میں خصوصاً صرف دو امر ونکے لئے اپیل پیش کرنا چاہتا ہوں اور امید کرتا
ہوں کہ اُنپر کافی غور اور عمل درآمد بہت جلد شروع کیا جاویگا۔

(۱) چونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ رسالہ **اصلاح** مسلمانوں کا سچا بہی خواہ اور شریعت محمدیؐ
کا زبردست حامی اور مددگار ہے اور قوم کو اُسپر پورا اعتماد اور بھروسہ ہے
اسلئے سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ ذیعلم اڈیٹر اُسکے مضامین کو مفید اور
دلاویز بنانے کے لئے اُسکا معتدبہ حصہ ائمۂ اطہار کی مبارک سوانح اور پاک
تعلیمات میں صرف کریں۔ مذہبی عالمانہ تحقیقات میں اساتذۂ قدیم کی مایۂ ناز
اور قابل قدر تصنیفات کا ترجمہ اور زمانۂ حال کے علماے متبحرین خصوصاً

جناب ظہیر الملۃ والدین فخر الحکما دام ظلہ کے مواعظ حسنہ کا انتخاب ہر اشاعت میں درج اصلاح کیا جاوے۔ کل مضامین نگار مذہبی اور اخلاقی مضامین ایسے معتدل اور متین پیرایہ میں لکھیں کہ جسکو حضرات اہل سنت بھی دیکھ سکیں اور فائدہ اٹھا دیں۔ اور کوئی مذہبی مضمون بغیر منظوری تقدس مآب فخر الحکما دام ظلہ کے شائع نہ کیا جاوے۔

(۲) دوسرا امر یہ ہے کہ موجودہ انتظام دفتر کا ہرگز ایسی اطمینانی حالت میں نہیں ہے کہ جس سے کافی امید رسالہ کے استحکام اور بروقت اشاعت کیجا سکے اور زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ پچھلے عرصہ میں قوم کی ناقدری اور بے توجہی کیوجہ سے دفتر کو ناقابل برداشت خسارہ اٹھانا پڑا اور ابتک اُسکی تلافی نہ ہو سکی۔

رسالہ الشمس جو اسی دفتر سے شائع ہوتا ہے اور جو اپنی جدید عالمانہ تحقیقات کے لحاظ سے ایک عدیم النظیر اور عظیم الشان تصنیف ہے اُسکی اشاعت بھی افسوس ہے کہ سال بھر سے باقاعدہ نہیں ہو سکی۔ محض اسوجہ سے کہ کوئی مستقل سرمایہ نہیں ہے۔

اس اہم ضرورت کے پورا کرنے کے لئے سید محمد صاحب بی۔ اے نے حال میں ایک تحریر پیش کی ہے کہ دفتر اصلاح کے مصارف اور نیز خریداری مشین کے لئے ایک جداگانہ فنڈ بنام اصلاح فنڈ کھولا جاوے اور اُسکے لئے قواعد اور ضوابط تجویز کئے گئے ہیں۔ لیکن ایسا فنڈ اگر کوئی کھولا جاوے تو اُسکا چلنا اور ترقی پاکر قائم رہنا تجربۃً نہایت دشوار بلکہ قریب غیر ممکن کے ہے جیسا کہ خود فاضل اڈیٹر نے اپنی رائے بر بنائے تجربہ کے ظاہر فرمائی ہے اور یہی رائے میرے نزدیک نہایت انسب اور ضروری ہے کہ ایک ایجنسی بنام "اصلاح پرنٹنگ پبلشنگ کمپنی" سردست دس ہزار روپیہ کے سرمایہ سے کھولی جاوے۔

دس ہزار کے حصص کا مہیا ہونا اگر کم سے کم دس روپیہ کا حصہ رکھا جاوے کوئی بڑی بات نہیں ہے البتہ ہمدردان قوم کی ایک ادنے توجہ درکار ہے۔

اس قسم کی کمپنیوں سے جو ہندوستان کی ہر قوم و ملت میں باستثنائے فرقۂ شیعہ قایم ہیں جیسے غیر مترقبہ فوائد اور منافع کمپنی اور اُسکے شرکا رکو حاصل ہوتے ہیں وہ کسی شخص پر مخفی نہیں ہیں۔ کاش اگر اصلاح کمپنی ابتک قایم ہوگئی ہوتی تو آج ہم ترجمہ قرآن مجید اور ترجمہ نہج البلاغہ کے بیچین کن اشتیاق اور تمنا میں سراسیمہ اور پریشان نہوتے اور وہ مشتاق نگاہیں جوان مبارک اور پاک کتابوں کی زیارت کے شوق میں چاروں طرف چکر کھارہی ہیں مایوسی کے ساتھ واپس نہ آئیں۔ مقدس ائمہ کی سوانح عمریاں اور وہ نادر الوجود شیعہ لٹریچر جو ہماری بدقسمتی سے آج تک باوجود سالہا سال گذر جانے کے گمنامی کے بکس میں بند پڑا ہوا ہے ہم سے ناآشنا نہ ہوتا۔

تاہم اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ کوشش کر کے اصلاح پرنٹنگ کمپنی اگر آپ قایم کردیں تو یقین کرنا چاہئے کہ تلافی مافات کے اطمینان بخش ذرائع بہت جلد پیدا ہوجاوینگے جو نقائص آپ اصلاح میں بتاتے ہیں انشاءاللہ پھر آپکو ان کی کوئی شکایت نہ ہوگی۔

تنقید بخاری جو اسلامی دنیا میں خیر المرسلین کی سچی شریعت کی تنزیہ اور ترویج کے لئے عالم شہود میں آئی ہے اور حضرت امام بخاری کی محنت کو ٹھکانے لگارہی ہے وہ بھی جداگانہ مجلد کی شکل میں آپکو ملجائیگی۔

رسالہ الشمس جسکی بے نظیر تحقیقاتیں آجتک چشم فلک نے بھی نہ دیکھی ہیں استحکام اور استقلال کے ساتھ شایع ہوکر قوم مسلمانان میں ایک نئی روح پھونکے گا۔

قوم میں جو علمی اور مذہبی مذاق ناداری اور فلاکت کے سبب سے مفقود ہوتا جاتا ہے اُسکو پورا کرنے کے لئے اصلاح پرنٹنگ کمپنی کافی قوت

حاصل ہوجانے پر قوم کے غیر مستطیع اور نادار لوگونکو بقدر ضرورت مفت کتابیں دیکی اور اصلاح ایک بڑا اور اہم فرض جس سے چشم پوشی قوم کیلئے زہر ہلاہل کا کام کر رہی ہے اس کمپنی کے ذریعہ سے بوجہ کلی انجام پائیگا -

یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ جو لوگ کمپنی کے شریک ہونگے وہ اپنی قوم کی ایک بڑی خدمت انجام دینے اور توشہ آخرت کے مہیا کرنے کے علاوہ منافع کے حصول میں ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق ہونگے - لہذا میں اڈیٹر صاحب اصلاح کیخدمت نہایت التجا کے ساتھ یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بغیر کسی پس و پیش کے آپ جہانتک ہوسکے کمپنی کے اصول و قواعد ایک علیحدہ ضمیمہ کے شکل میں جلد مرتب فرماویں اور بعد مرتب ہوجانیکے گورنمنٹ میں اوسکی رجسٹری ہوکر کمپنی باضابطہ ہوجاوے - مجھکو کامل امید ہے کہ ہمدردان قوم اصلاح پرنٹنگ کمپنی سے ضرور متفق ہونگے - اور ہر ضلع اور ہر قصبہ کے لوگونکو آمادہ کرکے سردست مبلغ دس ہزار روپیہ کے سرمایہ سے کمپنی کی بنا ڈالینگے -

العبد المذنب

سید ابوالفاروق محمد عسکری نقوی الواسطی مروہوی

از بدایون (یو - پی)

عرض اڈیٹر

چونکہ یہ نمبر قبل از ماہ محرم باین غرض ترتیب دیا گیا تھا کہ عشرہ میں شایع ہوجاوے اور اسکے مضامین سے ہر شخص مستفید ہو - مگر بوجوہ ناگفتہ بہ ایسی تاخیر ہوئی کہ ماہ صفر میں یہ پرچہ شایع ہوتا ہے - لہذا وہ واقعات فساد محرم جو بمبئی - لکھنؤ - رنگون - ڈھاکہ - جہیرہ کو اکثر اس سال پیش آئے نہ درج ہوسکے کیونکہ حجم رسالہ بجائے ۸۰ صفحہ کے ۹۴ صفحہ ہوچکا تھا - کاپیاں لکھی جاچکی تھیں - مضامین بھی ایسے ضروری اور مسلسل تھے کہ اونکا اخراج نامناسب تھا اور تاخیر بھی بعید ہوچلی تھی لہذا بہت سے ضروری مضامین اس نمبر میں نہ شایع ہوسکے بعض ضروری مضامین کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے

قبول حق بحمد اللہ بفضل خدا ہے کہ جب زمانہ پر آشوب ہو رہا ہے خارجیت کا طوفان برپا ہے تو بعض بعض گوشوں سے قبول مذہب حق کی صدا بلند ہو رہی ہے جناب **محمد ادریس خان** صاحب بدایوں سے چھ آدمی کا شیعہ ہونا لکھتے ہیں جنمیں سے تین آدمی ابھی نام ظاہر کرنا خلاف مصلحت سمجھتے ہیں اور ہم کل کا نام مخفی رکھتے ہیں جناب سید **محمد اصغر حسین** صاحب متولی جائس ضلع راے بریلی سے چار آدمی مذہب شیعہ قبول کرنا لکھتے ہیں جنمیں سے ایک

شخص نو عمر تعلیم یافتہ ہو گئے کسی مدرسہ میں اوسکا انتظام کیا جاوے جناب مولوی سید محمد زکی صاحب شیعہ فتحپور سے تین آدمی کا مشرف بمذہب حق ہونا لکھتے ہیں جنمیں سے دو آدمیونکے اخراجات کی کفالت جناب مولوی حکیم ابو القاسم صاحب رئیس نے قبول فرمائی۔ اور آپ ہی کی وجہ سے وہانکا فساد بھی ملتوی رہا ورنہ اہلسنت نے ہندو وغیرہم کو ہمراہ کر کے وہاں بھی فساد کرنا چاہا تھا۔

یثبتہم اللہ بالقول الثابت وھداھم الی صراط مستقیم

تحصیل بلودا بازار **موضع** ہیرا ڈیہہ ضلع رائپور کے مالگذار حافظ عبد العظیم بیگ صاحب عرف چھٹے میاں جو مذہب اہلسنت والجماعت کی ایک مشہور ممبر ہیں تعزیہ کو پہلے شرک و بدعت سمجھتے تھے امسال ان تمام اعتقادات فاسدہ سے تائب ہو کر بڑے اہتمام اور خلوص سے سرگرم عزاداری امام مظلوم ہوئے اور ایک شاندار تعزیہ بنایا۔

منشی نراین دین عرایض نویس رایپور کی تین عورتیں مبتلای طاعون ہوئیں ایک کے مرنے پر اونہوں نے امام باڑہ سید اولاد حسین صاحب سجادہ میں محرم کو نذر مانی۔ خدا نے دو عورتوں کو شفای عاجل عطا کی حالانکہ ڈاکٹر وغیرہ مایوس ہو چکے تھے۔ شخص مذکور نے محرم کو ایفاے نذر کی۔

افسوس کہ ایک شخص محلہ گولکھ پور ڈاکخانہ ہندر وٹپہ سے لکھتے ہیں کہ بوجہ ناتوجہی روسای ٹپہ جو اونکی خبر نہیں لیتے۔ مذہب عیسائی قبول کرنا چاہتے ہیں۔ دفتر اصلاح نے پانچ روپیہ ماہانہ مقرر کیا کہ آپ یہاں آکر دفتر کا کام کریں بشرط لیاقت ترقی بھی کی جائیگی حضرات ٹپہ سے امید ہے کہ وہ اپنے اس دینی بھائی کی خبر لینگے اور دفتر کو اصلیت وغیر اصلیت سے مطلع کرینگے بہتر ہوتا کہ ایک فنڈ قایم کیا جاتا جس سے اون نو مسلمونکی کفالت کیجاتی جو مذہب باطل چھوڑ کر مذہب حق قبول کرتے مگر ہاے کہاں ایسی توفیق " مدرسہ احسن المدارس سکندر پور ضلع بلند شہر کی ایک شاخ حسب تحریک اصلاح حافظان قران کیلیے قایم کی گئی۔ اوسکے نسبت جناب سید محمد اعجاز حسین صاحب وکیل تحریر کرتے ہیں کہ ماہ ذیحجہ ۱۳۲۵ھ کے سالانہ امتحان میں ایک طالب العلم مسمی بہ عنایت اللہ صاحب بعمر دوازدہ سالگی وجہ حفظ قران میں پاس کیا اور حافظ کامل ہوئے دوسرے لڑکے بھی حفظ میں مشغول ہیں مجالس عزا میں حسب تحریک اصلاح قران خوانی بھی ہوتی ہے۔ روساء قوم اگر متوجہ ہوں تو کم سے کم عدہ بطور انعام فرمایں کہ اس طالب العلم کو بطور انعام دیا جاوے۔ اگر قوم متوجہ نہوئی تو انشاء اللہ دفتر اصلاح خود دیگا